قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 28 مئی 2022ء | 27 شوال 1443 ہجری قمری | 28 ہجرت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ: 127

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور امر بالمعروف کرو اور تم ضرور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرو۔ ورنہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے۔ اور عذاب نازل ہونے کے بعد تم دعا کرو گے مگر تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔

(ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

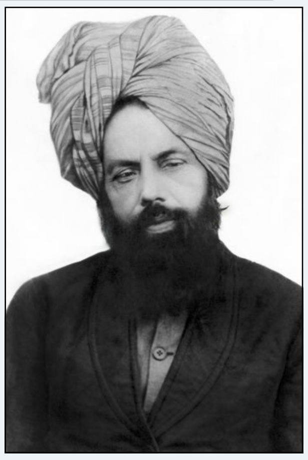

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبت کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کسی کی سچی بات کا اس کی عدم موجودگی میں اس طرح سے بیان کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اسے برا لگے غیبت ہے۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے اور تُو بیان کرتا ہے تو اس کا نام بہتان ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَلَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا (الحجرات: 13) اس میں غیبت کرنے کو ایک بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو آسمانی سلسلہ بنتا ہے ان میں غیبت کرنے والے بھی ضرور ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یہ آیت بے کار جاتی ہے۔ اگر مومنوں کو ایسا ہی مطہّر ہونا تھا اور ان سے کوئی بدی سرزد نہ ہوتی تو پھر اس آیت کی کیا ضرورت تھی؟ بات یہ ہے کہ ابھی جماعت کی ابتدائی حالت ہے۔ بعض کمزور ہیں جیسے سخت بیماری سے کوئی اٹھتا ہے۔ بعض میں کچھ طاقت آگئی ہے۔ پس چاہئے کہ جسے کمزور پاوے اسے خفیہ نصیحت کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعا کرے۔ اور اگر دونوں باتوں سے فائدہ نہ ہو تو قضاء و قدر کا معاملہ سمجھے۔ جب خدا تعالیٰ نے ان کو قبول کیا ہوا ہے تو تم کو چاہئے کہ کسی کا عیب دیکھ کر سردست جوش نہ دکھلایا جاوے۔ ممکن ہے کہ وہ درست ہو جاوے۔ قطب اور ابدال سے بھی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے۔ بلکہ لکھا ہے اَلۡقُطۡبُ قَدۡ یَزۡنِیۡ کہ قطب سے بھی زنا ہو جاتا ہے۔ بہت سے چور اور زانی آخر کار قطب اور ابدال بن گئے۔ جلدی اور عجلت سے کسی کو ترک کر دینا ہمارا طریق نہیں ہے۔ کسی کا بچہ خراب ہو تو اس کی اصلاح کے لئے وہ پوری کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی اپنے کسی بھائی کو ترک نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ عیب دیکھ کر اسے پھیلاؤ اور دوسروں سے تذکرہ کرتے پھرو۔ بلکہ وہ فرماتا ہے تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ (البلد: 18) کہ وہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہیں۔ مَرۡحَمَہ یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھ کر اسے نصیحت کی جاوے اور اس کے لئے دعا بھی کی جاوے۔ دعا میں بڑی تاثیر ہے۔ اور وہ شخص بہت ہی قابل افسوس ہے کہ ایک کے عیب کو بیان تو سَو مرتبہ کرتا ہے لیکن دعا ایک مرتبہ بھی نہیں کرتا۔ عیب کسی کا اس وقت بیان کرنا چاہئے جب پہلے کم از کم چالیس دن اس کے لئے رو رو کر دعا کی ہو... شیخ سعدیؒ کے دو شاگرد تھے۔ ایک ان میں سے حقائق و معارف بیان کیا کرتا تھا۔ دوسرا جلا بھنا کرتا تھا۔ آخر پہلے نے سعدی سے بیان کیا کہ جب مَیں کچھ بیان کرتا ہوں تو دوسرا جلتا ہے اور حسد کرتا ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ ایک نے راہ دوزخ کی اختیار کی کہ حسد کیا اور تُو نے غیبت کی۔ غرضیکہ یہ سلسلہ چل نہیں سکتا جب تک رحم، دعا، ستّاری اور مَرۡحَمَہ آپس میں نہ ہو‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 60-61 ایڈیشن 1988ء)

ارشاد باری تعالیٰ

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ

(اٰلِ عمران: 111)

ترجمہ:۔ تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہے۔ تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

فرمان خلیفہ وقت

’’ہم لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، بہترین لوگ ہیں۔ اور اب جبکہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبریوں کے مطابق آنے والے مسیح اور مہدی کو بھی مان لیا ہے جس نے اسلام کی بھولی ہوئی تعلیم کو دوبارہ ہم میں رائج کیا تو اس مسیح موعود کو ماننے کے بعد ہم یقینا بہترین لوگ ہیں۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک تمام انبیاء کو مان کر اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کا اعلان کیا ہے تو اس اعلان کے بعد ہماری ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس اعلان کے ساتھ کہ ہم احمدی مسلمان ہیں ہماری ذمہ داریاں مزید بڑھ جاتی ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بہترین امت کہلاتے ہو اس لئے کہ دوسروں تک تم نیکیوں کا پیغام پہنچاتے ہو اور ان کو برائیوں سے روکتے ہو۔ اور دوسروں کے بارے میں بھی ہمیشہ نیک سوچ رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اچھے لوگ اس لئے ہو کہ صرف اپنے متعلق یا اپنے بیوی بچوں کے متعلق نہیں سوچتے یا اپنے خاندان کے متعلق یا اپنے قبیلے سے متعلق یا صرف اپنے ملک کے لوگوں کے متعلق نہیں سوچتے، بلکہ یہ سوچ رکھتے ہو کہ کوئی شخص چاہے وہ کسی خاندان کا ہو، کسی قبیلے کا ہو، کسی ملک کا ہو تم نے ہر ایک سے نیکی کرنی ہے اور ہر ایک کا دل جیتنا ہے۔ اور یہ تم پر فرض ہے کہ اس دل جیتنے کے لئے کبھی کسی سے کسی قسم کی برائی نہیں کرنی، بلکہ تمہارے ہر عمل سے محبت ٹپکتی ہو۔ اور یہ سب کام تم نے اس لئے کرنے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور اس کے بغیر تمہارا اللہ تعالیٰ پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ تو دیکھیں بہترین امت اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے نہیں بنایا کہ ہم مسلمان ہو گئے۔ جس طرح بہت سے مسلمانوں کو آپ دیکھتے ہیں، جن سے اگر تم پوچھو کہ مسلمان ہو تو کہتے ہیں کہ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن اگر ان کے عمل کو دیکھو تو نظر آئے گا کہ شیطان بھی ان لوگوں سے دور بھاگتا ہے۔ تو امت مسلمہ کا بہترین فرد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نیک عمل کرو اور برائیوں کو چھوڑو۔ جب اپنے عمل ایسے بناؤ گے تبھی تم دوسروں کو نیکیوں کا حکم دے سکتے ہو اور برائیوں سے روک سکتے ہو‘‘

(خطبہ جمعہ 6؍ مئی 2005ء بحوالہ alislam.org)

اس شمارہ میں

- جدا ہوا اِس شجر سے جو بھی نہ پائی چھاؤں کہیں بھی اُس نے (منظوم)
- اعلیٰ اخلاق و عادات
- خلفاء کا مقام و مرتبہ
- نبوت اور خلافت خدا تعالیٰ کی دو مختلف تجلیات کے مظاہر
- اطاعت خلافت کی برکات
- خلافت سے وفا
- خلفائے احمدیت کا کارواں۔۔۔ پیار و محبت کا بحر بیکراں
- ایک اور کربلا تیار ہے۔۔۔

دربارِ خلافت

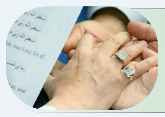

خلافت خامسہ کے قیام کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم گزشتہ ایک سو پانچ سال سے اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ جماعت پر مختلف دور آئے لیکن جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی ترقی کی منزل پر نہایت تیزی سے آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ایک ملک میں دشمن ظلم و بربریت سے سختیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، ظلم و بربریت کرتا ہے تو دوسرے ملک میں اللہ تعالیٰ کامیابی کے حیرت انگیز راستے کھول دیتا ہے اور یہی نہیں بلکہ جس ملک میں تنگیاں پیدا کی جاتی ہیں، وہاں بھی افرادِ جماعت کے ایمانوں کو مضبوط فرماتا چلا جاتا ہے۔ اور پھر جب مَیں اپنی ذات میں یہ دیکھتا ہوں میری تمام تر کمزوریوں کے باوجود کہ کس طرح اللہ تعالیٰ جماعت کو ترقی کی شاہراہوں پر دوڑاتا چلا جا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان میں اور ترقی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین مزید کامل ہوتا ہے کہ یقیناً خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے جو جماعت کو آگے سے آگے لے جاتا چلا جا رہا ہے اور جس کو بھی خدا تعالیٰ خلیفہ بنائے گا، قطع نظر اس کے کہ اُس کی حالت کیا ہے اپنی تائیدات سے اُسے نوازتا چلا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

خلافتِ خامسہ کے قائم ہونے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی اس فعلی شہادت کا بھی اظہار فرما دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور آپ کے غلامِ صادق کی یہ بات کہ خلافت اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دور میں دائمی ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے اور آئندہ بھی یہ نظام اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاری رہے گا، انشاء اللہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے خلافت سے فیض پانے والوں کی بعض نشانیاں بتائی ہیں۔ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کا نقشہ بھی کھینچ دیا ہے جو خلافت سے فیض پانے والوں کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب مومنوں کو فیصلوں کے لئے اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو اُن کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ''سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا'' ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ یہی ہیں جو کامیابیاں دیکھنے والے ہیں۔ پس یہاں صرف عبادتوں اور خالص دین کی باتوں کا ذکر نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ قرآنِ کریم کا دعویٰ ہے کہ اس میں جہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی تفصیل ہے، وہاں حقوق العباد کی بھی تفصیل ہے، معاشرتی نظام کی بھی تفصیل ہے، حکومتی نظام کی بھی تفصیل ہے۔ قرآنِ کریم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ پس یہاں اُن لوگوں کے لئے بھی تنبیہ ہے جو اپنے دنیاوی معاملات اور جھگڑے، باوجود جماعت کے نظام کے جہاں جماعتی نظام میں یہ کوشش ہوتی ہے کہ شریعت اور قانون کو سامنے رکھ کر سلجھائے جائیں، نظامِ جماعت کے سامنے (لانے سے) انکار کرتے ہیں اور ملکی عدالت میں لے جاتے ہیں۔ خاص طور پر جو عائلی اور گھریلو میاں بیوی کے مسائل ہیں۔ اسی طرح بعض اور دوسرے معاملات بھی ہیں اور ایسے لوگوں کی بدنیتی کا اُس وقت پتہ چلتا ہے جب وہ پہلے انکار کرتے ہیں کہ جماعت میں معاملہ لایا جائے۔ اور جب عدالت میں اُن کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے یا وہ کچھ نہ ملے جو وہ چاہتے ہیں تو پھر جماعت کے پاس آ جاتے ہیں۔ یہی باتیں ہیں جو کسی کی کمزوریٔ ایمان کا اظہار کر رہی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن وہی ہیں جو اپنے معاملات خدا اور اُس کے رسول کے فیصلوں کے مطابق طے کرتے ہیں اور نظامِ جماعت کوشش بھی کرتا ہے اور اُس کو چاہئے بھی کہ اُن کے فیصلے خدا اور اُس کے رسول کے فیصلوں کے مطابق ہوں۔ یہاں میں نظامِ جماعت کے اُس حصہ کو بھی تنبیہ کرنا چاہتا ہوں جو بعض اوقات گہرائی میں جا کر قرآن اور سنت کے مطابق فیصلہ نہیں کر رہے ہوتے۔ وہ بھی گنہگار ہوتے ہیں اور نظامِ جماعت اور خلافت سے کسی کو دور کرنے کی وجہ بھی بن رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خلافت کا ایک کام انصاف کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا بھی رکھا ہے۔ آجکل جماعت میں اتنی وسعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیدا ہو چکی ہے، جماعت اتنی وسعت اختیار کر چکی ہے کہ خلیفۂ وقت کا ہر جگہ پہنچنا اور ہر معاملے کو براہِ راست ہاتھ میں لینا ممکن نہیں ہے۔ اور جوں جوں جماعت کی ان شاء اللہ ترقی ہوتی جائے گی اس میں مزید مشکل پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ تو جو کارکن اور عہدیدار مقرر کئے گئے ہیں۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اور تقویٰ سے کام لیتے ہوئے فیصلہ نہیں کریں گے، اپنے کام سرانجام نہیں دیں گے تو وہ خلیفۂ وقت کو بھی بدنام کر رہے ہوں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے آگے خود بھی گنہگار بن رہے ہوں گے اور خلیفۂ وقت کو بھی گنہگار بنا رہے ہوں گے۔

پس خاص طور پر قاضی صاحبان اور ان عہدیداران اور امراء کو جن کے سپرد فیصلوں کی ذمہ داری بھی ہے، اُن کو انصاف پر قائم رہتے ہوئے خلافت کی مضبوطی کا باعث بننے کی بھی کوشش کرنی چاہئے اور مضبوطی کا باعث بنیں، ورنہ وہی لوگ ہیں جو بظاہر عہدیدار ہیں اور خلافت کے نظام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو کامیاب فرمایا ہے جو خالصۃً اللہ تعالیٰ کے ہو کر اُس کا تقویٰ اختیار کر کے کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں، نظامِ جماعت اور نظامِ خلافت کی مکمل اطاعت کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہونے والے ہیں، وہاں

بقیہ صفحہ 6 پر

جدا ہوا اِس شجر سے جو بھی نہ پائی چھاؤں کہیں بھی اُس نے

وہ لب کشا ہوں تو ہر سُو مہکے، سخن کو اُن کے گلاب جانا
پیام گھرے لیے ہوئے ہے، سکوت اُن کا خطاب جانا

وجود اُن کا سراپا ہر پل قیام و قعدہ رکوع و سجدہ
دعا کو اُن کی ہمیشہ ہم نے قبول اور مستجاب جانا

زباں مقدس قدم مبارک ہر عیب خامی سے ہیں منزّہ
اُنہیں خدائے قوی و برتر کے ہاتھوں لکھی کتاب جانا

ہماری صبحیں اُنہی سے روشن اُنہی سے لیل و نہار تاباں
سحر میں ناہید، دن میں خورشید، رات میں ماہتاب جانا

ملے نہیں تھے وہ اُن سے جب تک، تھے وہم دل میں سوال لب پر
ملے جب اُن سے بنا ہی پرسش تشفّی پائی جواب جانا

جدا ہوا اِس شجر سے جو بھی، شجر بھی وہ کہ گھنا ہے سایہ
نہ پائی چھاؤں کہیں بھی اُس نے، ہمیشہ زیرِ عتاب جانا

ہے ہم میں روحِ بلال و مُصعب، تمہارے عزمِ لہب کریں گے
ہمارے پائے ثبات لرزاں، یہ کیسے تم نے جناب جانا!

بتاؤں کیسے لکھوں میں کیونکر زباں ہے قاصر قلم بھی خستہ
وہ لمحہ اک اک بغیر اُن کے بسر کیا جو، عذاب جانا

م م محمود

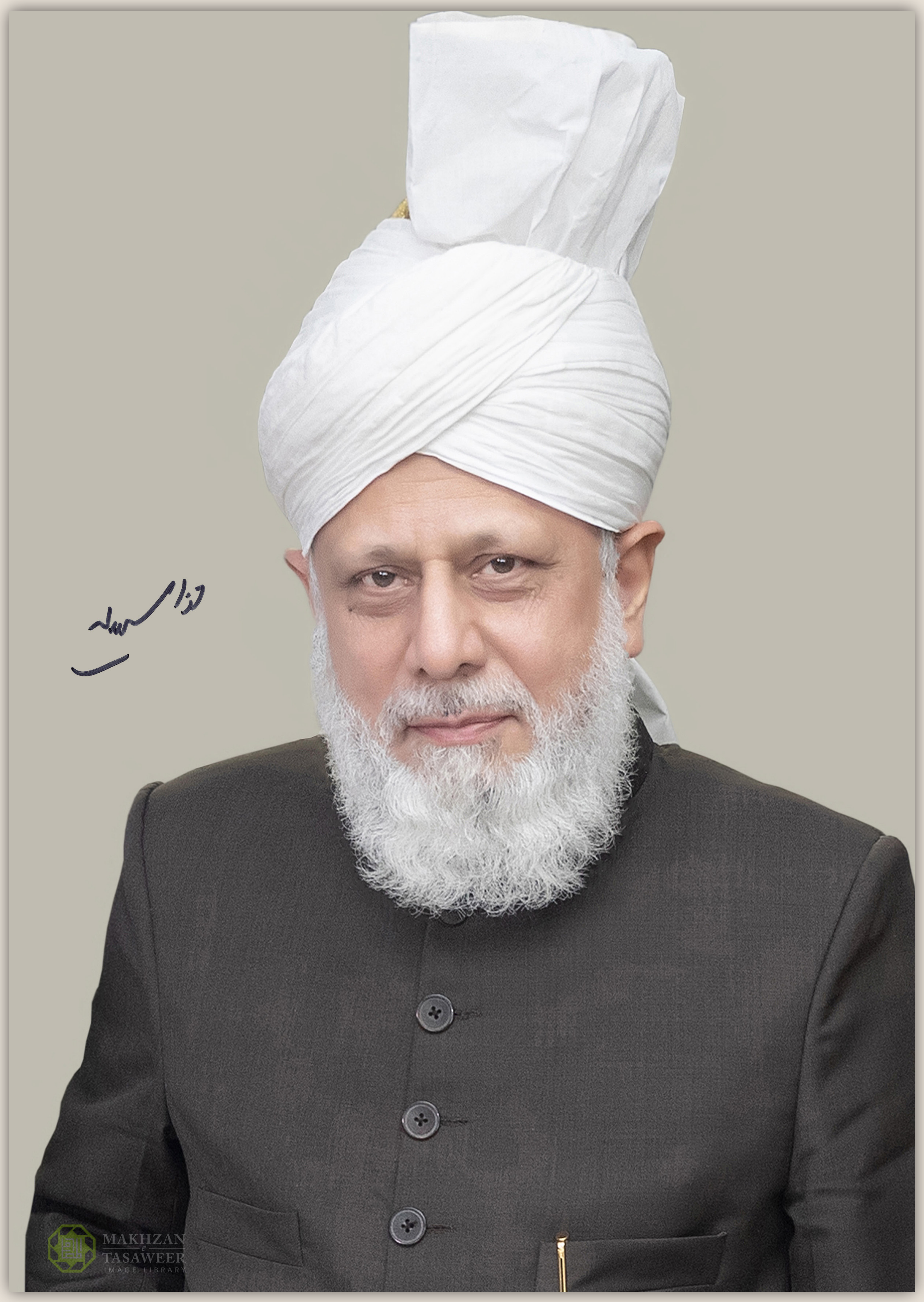

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
(یوم خلافت کے موقع پر قارئین الفضل آن لائن کے لئے ایک حسین اور لازوال تحفہ)

اداریہ

اعلیٰ اخلاق و عادات کے ذریعے مادی و روحانی نسلوں کے تحفظ کو یقینی بنانا ہمارا فرض ہے

ہم نے بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ مختلف مکتبہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے جب کبھی اپنی بیوقوفی اور متکبرانہ سوچ کی وجہ سے خدائے عزّ و جل کے نظام میں دخل اندازی کرنے کی ناکام کوشش کی تو ان کو تباہی و بربادی اور نقصان ہی دیکھنے کو ملا۔ جیسے کچھ عرصہ قبل ایک ملک نے اپنے ہاں چڑیوں کی نسل کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا تو اگلے کئی برسوں تک فصلیں، باغات اور پھول پھل وغیرہ توقع سے بہت کم ہوئے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق پرندے اپنے دیگر متعدد فوائد کے علاوہ انسانوں کی زندگی کے لئے بھی کئی اعتبار سے سودمند ثابت ہوتے ہیں۔

ان کا ایک فائدہ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ پرندے اپنی چونچ اور پنجوں کے ذریعہ Polarization کرتے ہیں یعنی نر پودوں کے پھول کے بور کو مادہ پودوں پر لے کر جاتے ہیں اور فصل (Crop) کے بڑھانے کا موجب ہوتے ہیں۔ نیز مختلف پھولوں اور پھلوں کے بیج ان پرندوں کی خوراک ہوتے ہیں جن کو یہ بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور اپنا پیٹ بھرتے ہیں، اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ یہ پرندے ہی ایک جگہ کے بیج اپنی بیٹ (droppings) کے ذریعہ دوسری جگہ لے جاتے ہیں اور یوں پھلوں، پھولوں اور فصلوں کی بڑھوتری کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر ان پرندوں کی نسل کو ہم ختم کرنے کا موجب بنیں گے تو اشرف المخلوقات یعنی انسانوں کی غذا میں کمی واقع ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا (آل عمران: 192) کہ اے ہمارے رب! تو نے اس دنیا میں کوئی چیز بے مقصد پیدا نہیں کی۔

حتّٰی کہ مالٹے اور کینو کے چھلکے اور جوس کی پھانکوں سے ملی سفیدی مائل تہہ جس کو ہم عموماً خصوصی طور پر کوشش کر کے اتار پھینکتے ہیں وہ بھی بے مقصد نہیں۔ آج کل ڈاکٹرز اسے بھی فائبر (fiber) ہونے کی وجہ سے جسم کی آنتوں (intestines) اور معدہ (stomach) کے لئے مفید جانتے ہیں۔ اس مضمون پر اللہ کی دی ہوئی توفیق سے الگ سے آرٹیکل لکھنے کی کوشش کروں گا۔ ان شاءاللہ

اپنے اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے جانوروں، چرند پرند اور کیڑے مکوڑوں کی نسلوں کی طرف آتا ہوں کہ ان کو پڑھنے والوں اور ان پر تحقیق کرنے والوں نے ان کی موجودگی کو انسانی بقا کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ اس لئے جن جانوروں، چرند پرند یا کیڑے مکوڑوں کی نسل کے خاتمے کا خدشہ پیدا ہونے لگتا ہے تو وہ خطرناک حد تک کم ہونے والی نسل کو بچانے کی اسکیمیں بنانا شروع کر دیتے ہیں اور مختلف جتن کئے جاتے ہیں اور تجربات آزمائے جاتے ہیں تا ڈائنوسار کی طرح کسی اور جانور کی نسل دنیا سے ناپید اور ختم ہی نہ ہو جائے۔ جیسے آج کل دنیا بھر کے کئی حصوں میں مختلف قسم کے جانور، چرند پرند کی بقا کی جنگ لڑی جارہی ہے۔ جن میں تتلیوں، شہد کی مکھیوں، پانڈا، مارخور، ہرن، تلور، بعض جگہوں پر ہاتھی، مور، چیتے اور سانپوں کی نسلیں خطرناک حد تک کم ہورہی ہیں۔ جن کی باقی ماندہ نسل کو بچانے کے لئے ماحولیات و دیگر مختلف ایجنسیز سرگرم عمل نظر آتی ہیں اور جانوروں کی ان نسلوں کو بچانے کے لئے سرتوڑ کوشش کرتی رہتی ہیں۔

اسلام نے تو جانوروں کی افزائش کے لئے کچھ اصول وضع کر دیے ہیں۔ جیسے حاملہ اور Breeding کرنے والے جانوروں کو ذبح کرنے کی ممانعت کی ہے، اور ان کے انڈے دینے کے موسم میں شکار کو بھی روکا گیا ہے۔ جبکہ حیوانات و نباتات اور ماحولیات والے مل جل کر کچھ ایسے فیچرز متعارف کرواتے ہیں جن سے نسلیں بچائی جا سکیں۔ ان جانوروں اور چرند پرند کی بقا کے لئے سازگار ماحول، آب و ہوا اور خوراک مہیا کرتے ہیں۔ کیڑے مار ادویات (Pesticide) کے استعمال کی حوصلہ شکنی اور Organic طریقوں کے استعمال کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے تا کہ کیڑے مار ادویات سے شہد کی مکھیاں اور تتلیاں وغیرہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ اول تو ایسی نسل کے شکار پر پابندی لگادی جاتی ہے۔ مقامی لوگوں کو ان کے تحفظ کے اختیار کرنے کا کہا جاتا ہے۔ ٹرافی ہنٹنگ (Trophy Hunting) کا طریق متعارف کروایا جاتا ہے۔ مچھلی کے شکار کو ہی دیکھیں جب وہ Breed کر رہی ہوں، انڈے دے رہی ہوں تو ان کے شکار پر پابندی لگ جاتی ہے۔ پاکستان میں مشہور ہے کہ جن مہینوں کے ناموں میں حروف تہجی کا حرف ’’ر‘‘ آئے ان مہینوں میں مچھلی نہ کھائی جائے جیسے جنوری، فروری، مارچ، اپریل، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر۔ یہ وہ مہینے ہیں جب مچھلی اپنی نسل کی افزائش کے لئے انڈے دے رہی ہوتی ہے۔ الغرض ختم ہوتے ہوئے جانوروں اور چرند پرند کی کم ہوتی نسل کی بقا اور ان کے تحفظ کے لئے حکومتیں، یو این او کے تحت ماحولیات کی ایجنسیاں بھرپور کام کرتی ہیں۔

اگر اسی نظام کو روحانی دنیا میں دیکھیں تو انسانوں کی نسل روحانی اور اخلاقی لحاظ سے تباہی کے دھانے پر آ کھڑی ہوئی ہے۔ نفسا نفسی کا عالم ہے۔ موتا موتی جاری ہے۔ قومیں بحیثیت قوم ایک دوسرے کو بلا جواز ختم کرنے اور نیچا دکھانے کی مہم میں جُتی ہوئی ہیں۔ انفرادی طور پر دنیا بھر کا جائزہ لیا جائے تو دنیا بھر کے ہر خطہ میں آپا دھاپی کا ماحول ہے۔ بالخصوص ایسے علاقے اور ملکوں میں جن کے رہنے والے حضرت محمدؐ کے نام لیوا ہیں انسانیت کو پامال کرتے ہوئے اخلاقیات کی اتھا گہرائیوں میں جا چکے ہیں۔ وہ اسلام جو جانوروں جیسے اخلاق و عادات رکھنے والی وحشی قوم کو انسان کیا خدا نما اور باخدا انسان بنانے آیا تھا، آج وہ جانوروں کی عادات رکھنے والے وحشیوں سے بھی بدتر بلکہ بدترین ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ آج جانوروں کے مختلف ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا پر مختلف جانوروں کی آپس میں کھیلتے ہوئے کی ویڈیوز اور فوٹوز دکھلاتے ہیں۔ ابھی چند دن قبل ایک ویڈیو وائرل ہوئی کہ ایک بلی چھپتی چھپاتی اپنے خاص انداز میں کبوتر کے شکار کو نکلی مگر کبوتر کے پاس جا کر اس کے چہرے کو چوم لیا۔ اسی طرح ایک شیر نے پانی میں ڈوبتے ہوئے ایک چوہے کو بچا کر خشکی پر چھوڑ دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ جانوروں کی اچھی اور محبت کرنے کی عادات و اطوار کو اپنا معاشرہ پر امن بنانے کے لیے ہم انسانوں کو بھی تو اپنانے کی ضرورت ہے۔

مگر دیگر افراد کی طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی جان کا ویری (مخالف) بنا بیٹھا ہے۔ جب ظلم کے واقعات پر نظر دوڑاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کی حِس نام تک کو باقی نہیں رہی۔ ابھی چند دن پہلے کی بات ہے پاکستان کے ایک شہر میں شادی ہال کے باہر باراتیوں نے معمولی جھگڑے پر پاپڑ بیچنے والے کو قتل کر دیا۔ اُدھر کھانا کھل گیا۔ اس کی نعش کے سرہانے اس کی موجودگی میں تمام باراتیوں نے کھانا کھایا اور کسی کو شرم تک نہ آئی کہ اس کو کسی چادر سے ہی ڈھانپ دیں۔ گندگی کے ڈھیروں پر بچوں سے غلط کاری کے بعد نعشیں پڑی ہونا تو روز کا معمول بن گیا ہے۔ ایسے انسانیت سوز واقعات آئے روز سننے کو ملتے ہیں کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض کو بیان کرنے سے زبان اور قلم قاصر ہیں۔

تحفظ ختم نبوت کا نعرہ بلند کرنے والی قوم معصوموں کو توہین رسالت کے نام پر سڑکوں پر گھسیٹ لاتی ہے۔ ان کی بے حرمتی کرتی ہے جیسے ایک سری لنکن کے ساتھ نبی پاکؐ کے نام پر لوگوں نے کیا۔ وہ رسولؐ جو ایک یہودی کے جنازہ پر یہ کہتے ہوئے تعظیماً کھڑے ہو گئے تھے کہ آخر یہ بھی تو انسان تھا۔ آج اس عظیم نجات دہندہ نبیؐ کے نام لیوا اپنے مخالفین کی قبروں کو اکھیڑ کر مردوں کو باہر لا کر رکھنے میں اپنی تسکین پاتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے۔ الغرض اس بے حس قوم کی وجہ سے اخلاقیات پر موت طاری ہے اور بعض مقامات پر اس کا جنازہ بھی نکل چکا ہے۔

ان حالات میں جب اعلیٰ اخلاق اور نیکیاں ناپید ہو رہی ہیں تو کیا ان اعلیٰ اخلاق کو بچانے کے لئے دنیا کی کوئی مذہبی و فلاحی تنظیمیں اپنا اپنا رول ادا کرتی دکھلائی دیتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ان روحانی، اخلاقی قدروں کو بچانے کے لئے وہ نام نہاد تنظیمیں کسی مہم کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں بلکہ اپنی مرضی کے مقاصد کو پورا کرنے کی فکر میں ہیں۔ جبکہ ان اخلاقیات کو اعلیٰ وارفع بنیادوں پر محفوظ کرنے کی اشد ترین ضرورت ہے۔ اسی لئے اسلام کے اس آخری دَور میں ان مردہ جسموں میں زندگی کی روح پھونکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جن کے متعلق یہ پیشگوئی تھی کہ موعود مسیح ثریا سے گمشدہ ایمان کو دوبارہ مومنوں کے دلوں میں قائم کرے گا۔ جس کے متعلق کہا گیا کہ وہ نیا آسمان اور نئی زمین بنانے کے لئے آیا ہے۔ جس نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور دعاؤں کے ساتھ اس اہم کام کا آغاز کیا اور سوا سو سال میں وہ ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دے گیا کہ اس کے ماننے والوں نے حدیثوں کی پیشگوئیوں کے مطابق صحابہؓ رسولؐ سے مماثلت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار و محبت میں، اللہ کی کتاب قرآن کریم سے عشق میں، انسانیت کے ساتھ انس رکھنے والی محبت میں۔ الغرض ہر میدان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جیسے ہو گئے۔ انہی فدائیوں کی قربانیوں کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

آج اس جماعت کی باگ ڈور، سالار احمدیت حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اولوالعزم اور بابرکت ہاتھوں میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے کمال حسن انتظام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس پیاری جماعت کو لے کر بڑی تیزی اور سبک خرامی سے آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بارش کی طرح برستا دیکھ کر اور جماعت احمدیہ کی دن دوگنی اور رات چوگنی ترقیات دیکھ کر دشمن و مخالفین انگلیاں اپنے دانتوں میں دبا کر دنگ ہیں اور اپنی ناکامیوں کو دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مادی لحاظ سے دنیا کی تمام کثافتوں اور روحانی لحاظ سے تمام بیماریوں، کمزوریوں سے مبرا ہو کر تمام جماعت کو آگے سے آگے لے جارہے ہیں کہ غیر بھی احمدی کے متعلق علی الاعلان یہ کہنے پر مجبور ہے کہ ’’ہے قادیانی مگر ہم سے بہتر ہے۔‘‘ یا سننے کو ملتا ہے کہ ’’اگر قادیانی نہ ہوتا تو بندہ بہت کام کا تھا۔‘‘ میں بارہا ایک واقعہ اپنے کالمز میں لکھتا آیا ہوں کہ لاہور میں ایک معروف مذہبی جماعت کے سیکرٹری جنرل اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مجھے ملنے دارالذکر آئے اور گفتگو کے دوران یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سرکاری دفاتر میں رشوت نہ لینے والا احمدی، جھوٹ نہ بولنے والا احمدی اور نمازوں کو وقت پر ادا کرنے والا احمدی ہی ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’میں نامرادی کے ساتھ ہرگز قبر میں نہیں اتروں گا کیونکہ خدا میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے۔‘‘

پس جس طرح دنیوی طور پر نسلوں کو Preserve کرنے کے لئے انتظامات کئے جاتے ہیں اسی طرح روحانی ماحول میں اخلاقیات کو مزید چمکدار کر کے انسانوں میں راسخ کرنے کے لئے جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس روحانی نظام کو جماعت میں قائم و دائم رکھے اور ہم سب کو اس عظیم منصب کی اپنی نمازوں اور اعلیٰ اخلاق کے ساتھ حفاظت کرنے اور ان کے احکامات، تحریکات اور ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

(ابوسعید)

ابن الواحد

نبوت اور خلافت خدا تعالیٰ کی دو مختلف تجلیات کے مظاہر

ہمارا ایمان ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔قرآن کی آیت استخلاف میں بھی خلیفہ بنانے کی ضمیر خدا کی طرف جاتی ہے۔یعنی خلیفہ خدا تعالیٰ خود بناتا ہے۔دوسری طرف نبی بھی خدا خود بناتا ہے گو کہ نبی بھی زمین پر خدا کا خلیفہ ہی ہوتا ہے۔لیکن ایک نبی براہ راست خدا کی وحی سے مقرر ہوتا ہے۔اسکی بعثت میں کسی انسان کا دخل نہیں ہوتا۔لیکن جب نبی کی وفات کے بعد خلافت علی منہاج نبوت کا قیام ہوتا ہے تو اسی نبی کا خلیفہ بہرحال مومنین دنیاوی طریق کے انتخاب کے اسباب کو اختیار کرکے بظاہر خود منتخب کرتے ہیں۔لیکن وہ خدا کا انتخاب کہلاتا ہے۔چونکہ یہ انتخاب رعائیت اسباب کے ذریعے ایک دنیاوی طریق کو اپنانے کے نتیجے میں عمل میں آتا ہے اسی وجہ سے دنیادار اور ایمان سے بے بہرہ لوگوں کے دل اس امر کو قبول نہیں کرتے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔

موجودہ دور میں حضرت مسیح موعودؑ جو خدا تعالیٰ کی قدرت اولیٰ کا مظہر تھے، کی وفات کے بعد خدا کی قدرت ثانیہ کےظہور کے نتیجے جو خلافت حقہ علی منہاج النبوۃ کا قیام عمل میں آیا اس قدرت ثانیہ کے ہر ایک مظہر کو نہ صرف بیرون سے ہی بلکہ جماعت کے اندر سے بھی منافقین اور کمزور ایمان عناصر کی طرف سے اس سوال یا اعتراض کا سامنا کرنا پڑا کہ کیا واقعی خلیفہ خدا بناتا ہے؟ اور اس سوال یا اعتراض کی آڑ میں ہر خلیفہ کی ذات کو، بلا استثناء،اس خلیفہ کے زمانے کے مخالفین اور منافقین کی طرف سے نشانہ بنایا گیا۔اسکے نتیجے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک تمام خلفاء نے اس اعتراض کو سختی سے رد کیا اور نہ صرف یہ واضح کیا کہ ہمارا ایمان ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے بلکہ یہ دعویٰ بھی نہایت تحدی سے کیا کہ اسے خلافت کمیٹی نے نہیں بلکہ خدا نے خود خلیفہ بنایا ہے۔بہت سے پیروکار بہت سے غیر حقیقی روحانی درجے غلو سے کام لے کر اپنے مذہبی پیشواؤں کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں۔لہٰذا کسی کے مقام کو پرکھنے کا ایک بنیادی معیار کسی پیشوا کا اپنا دعویٰ بھی ہوا کرتا ہے۔اس لحاظ سے خلافت حقہ کا ہر خلیفہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے خدا نے خود خلیفہ بنایا ہے۔

یہاں پر جو عام طور پر سوال یہ اٹھایا جاتا ہے اور اگر نہیں بھی اٹھایا جاتا تو دلوں میں پیدا ضرور ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے کہ جب نبی کو خدا تعالیٰ نبوت کے مقام پر سرفراز فرماتا ہے تو اسے تو اپنی براہ راست وحی اور الہام سے نبوت کا مقام عطا کرتا ہے جبکہ خلیفہ کے معاملے میں یہ طریق اختیار نہیں کیا جاتا بلکہ مومنین کی جماعت کو ایک رعایت اسباب کی صورت پیدا کرکے ان سے ایسے شخص کا انتخاب کروا دیتا ہے جسے وہ خود اپنا انتخاب قرار دیتا ہے اور پھر اس کے نتیجے میں منتخب ہونے والا خلیفہ بھی خود کو خدا کا ہی انتخاب کہتا ہے۔مضمون ہذا میں اس موضوع پر کچھ عرض کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

امر اور خلق کے بارے میں خدا تعالیٰ کی دو مختلف تجلیات

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے حوالے سے جو مختلف قوانین قدرت بیان فرمائے ہیں ان میں دو طرح کی تجلیات کا بیان فرمایا ہے۔ایک تجلی خدا تعالیٰ کی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کسی شے کو عدم سے تخلیق کرکے اسے تخلیق کے کمال تک پہنچایا جائے۔پھر جب یہ تجلی کے ظہور کے نتیجے میں تخلیق اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اسکے بعد خدا تعالیٰ کی ایک نئی تجلی کا ظہور ہوتا ہے یعنی تخلیق کے بعد اس تخلیق کو ایک نظام کے تحت چلانا۔قرآن میں یہ اصول ایک سے زیادہ بار اور تکرار سے بیان ہوا ہے۔اس ضمن میں پہلا بیان درج ذیل آیت میں بیان ہوا ہے۔جس میں اس اصول کی وضاحت بیان کی گئی ہے۔

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ۟ یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّہَارَ یَطۡلُبُہٗ حَثِیۡثًا ۙ وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ وَ النُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمۡرِہٖ ؕ اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَ الۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۵۵﴾

(الاعراف: 55)

یقیناً تمہارا ربّ وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اس نے عرش پر قرار پکڑا۔وہ رات سے دن کو ڈھانپ دیتا ہے جبکہ وہ اُسے جلد طلب کر رہا ہوتا ہے۔اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کئے) جو اس کے حکم سے مسخر کئے گئے ہیں۔خبردار! پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے اور حکومت بھی۔بس ایک وہی اللہ برکت والا ثابت ہوا جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

(ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اس آیت کریمہ میں کائنات کے حوالے سے اول اسکی تخلیق کا بیان کیا ہے کہ چھ ادوار میں درجہ بدرجہ ہوئی۔اسکے بعد جب تخلیق کا مرحلہ مکمل ہوگیا تو استوائے عرش کا مرحلہ آیا۔یعنی تخلیق شدہ کائنات یا نظام کو اب بعض دوسرے قوانین کے قدرت کے تحت چلانا۔حتیٰ کہ انسانی پیدائش بھی اس مضمون کی ایک عمدہ مثال کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔ایک انسان کو زندہ رہنے کے لئے جن قویٰ اور ماحول کی ضرورت پڑتی ہے پیدائش سے قبل رحم مادر میں وہ اس سے مختلف ماحول میں پرورش پا رہا ہوتا۔نہ اسکی آنکھ کو روشنی سے غرض ہوتی ہے نہ اسکو سانس لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔اور نہ ہی خوراک کا نظام اس طرح کام کر رہا ہوتا ہے جیسا کہ اس دنیا میں آنے کے بعد کرتا ہے۔لیکن جب اسکی تکمیل خلق کا مرحلہ مکمل ہو جاتا ہے تو اسکی ایک نئی پیدائش ہوتی ہے اور اسکے وہ قویٰ جو نشونما پا رہے تھے مگر استعمال نہیں ہو رہے تھے تکمیل پاکر استعمال ہونے کے لئے اس دنیا میں آتے ہیں۔جیسے ایک بیج جب زمین میں ہوتا ہے تو اور طریق پر پرورش پاتا ہے لیکن جب وہ پودے کی صورت میں زمین سے باہر آجاتا ہے تو اسکو مختلف قویٰ دیے جاتے ہیں جن سے وہ اب ایک نئے نظام کے ذریعے نشو نما پاتا ہے۔اب وہی روشنی اور ہوا جس کی بیج کو ضرورت ہی نہیں تھی اب اس پودے کی زندگی کا جزو لازم ٹھہرتی ہے۔

درج بالا آیت کریمہ میں آگے خدا تعالیٰ نے ان دو مراحل میں اپنی مختلف تجلیات کو خلق اور امر کی دو اصطلاحوں میں بھی بیان فرمایا کہ یہ دراصل انہی دو تجلیوں سے متعلق بھی ہیں جن کا پہلے تخلیق کائنات اور بعد ازاں استوائے عرش سے تعلق ہے۔مزید وضاحت کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کا اقتباس پیش خدمت ہے۔

’’جب خدائے تعالیٰ کسی چیز کو اس طور سے پیدا کرے کہ پہلے اس چیز کا کچھ بھی وجود نہ ہو تو ایسے پیدا کرنے کا نام اصطلاح قرآنی میں امر ہے اور اگر ایسے طور سے کسی چیز کو پیدا کرے کہ پہلے وہ چیز کسی اور صورت میں اپنا وجود رکھتی ہو تو اس طرز پیدائش کا نام خلق ہے۔خلاصہ کلام یہ کہ بسیط چیز کا عدم محض سے پیدا کرنا عالم امر میں سے ہے اور مرکب چیز کو کسی شکل یا ہیئت خاص سے متشکل کرنا عالم خلق سے ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ دوسرے مقام میں قرآن شریف میں فرماتا ہے: اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَ الۡاَمۡرُ یعنی بسائط کا عدم محض سے پیدا کرنا اور مرکبات کو ظہور خاص میں لانا دونوں خدا کا فعل ہیں اور بسیط اور مرکب دونوں خدائے تعالیٰ کی پیدائش ہے۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 175-176)

اسی طرح خدا تعالیٰ کی ان دو مختلف تجلیات کے حوالے سے ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

’’اس کے متعلق خوب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ایک مجہول الکنہ امر ہے اور خدا تعالیٰ کی تجلیات کی طرف اشارہ ہے وہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ چاہتی تھی اس لئے اول وہ ہوکر ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ہوا۔اگرچہ توریت میں بھی اس طرف اشارہ ہے مگر وہ اچھے الفاظ میں نہیں ہے اور لکھا ہے کہ خدا۔۔۔ماندہ ہوکر تھک گیا۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک انسان کسی کام میں مصروف ہوتا ہے تو اسکے چہرہ اور خدوخال وغیرہ اور دیگر اعضاء کا پورا پتا نہیں لگتا مگر جب وہ فارغ ہوکر ایک تخت یا چارپائی پر آرام کی حالت میں ہوتو اسکے ہر ایک عضو کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔اسی طرح استعارہ کے طور پر خدا کی صفات کے ظہور کو ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ سے بیان کیا گیا ہے کہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد صفات الٰہیہ کا ظہور ہوا۔صفات اسکے ازلی ابدی ہیں مگر جب مخلوق ہو تو خالق کو شناخت کرے اور محتاج ہو تو رازق کو پہچانیں۔اسی طرح اس کے علم اور قادر مطلق ہونے کا پتہ لگتا ہے: ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ خدا کی اس تجلی کی طرف اشارہ ہے جو خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کے بعد ہوئی۔

(البدر جلد 2 نمبر 5 مورخہ 20 فروری 1903ء صفحہ 37-38)

اب انہیں دو تجلیوں کے ضمن میں یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ ان دو تجلیات کا تعلق خدا تعالیٰ کی دو بنیادی صفات یعنی رحمٰن اور رحیم سے بھی ہے۔کسی شے کو عدم سے وجود میں لانا خدا تعالیٰ کی رحمانیت کے تحت ہے اور پھر اس پیدا شدہ خلق کو برقرار رکھنا صفت رحیمیت کو چاہتا ہے۔یعنی

رحمانیت کے ظہور کے نتیجے میں اگلا مرحلہ رحیمیت اور مالکیت کا آتا ہے۔

نبوت کا قیام

خدا تعالیٰ کی یہ تجلیات محض دنیاوی قوانین فطرت میں ہی نظر نہیں آتیں بلکہ انکا اظہار بعینہ روحانی نظام میں بھی اطلاق پاتا ہے۔ ایک نبی کی آمد کے وقت دنیا کی صورتحال ظَھَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی صورت پیش کرتی نظر آتی ہے۔ روحانیت دنیا سے اٹھ چکی ہوتی ہے۔ مذاہب کے مردہ اجسام ان مذاہب کی حقیقی روح سے عاری ہو چکے ہوتے ہیں۔ ایسے میں روحانیت کو از سر نو دنیا میں قائم کرنا خدا تعالیٰ کی رحمانیت کی صفت اور اسکی الامر کی تجلی یعنی روحانیت کا عدم سے ظہور چاہتا ہے۔ اسی قدرت کے تحت خدا تعالیٰ اس دنیا میں نبی کا مقدس وجود نازل فرماتا ہے۔جس کے لئے خدا تعالیٰ پہلے سے موجود نظام کی بجائے الامر کی تجلی کے تحت خارق عادت قدرت کے ذریعے دنیا میں ایک نبی برپا کر دیتا ہے اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’رسولوں کا مبعوث کرنا اور انبیاء پر کتابوں کا نازل کرنا، یہ سب ہمارے رب ارحم الراحمین کی رحمانیت ہے۔ یہ خالص فضل ہے جو کسی کام کرنے والے کے کام یا گریہ وزاری یا دعا کے نتیجے میں نہیں ہے‘‘

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 95-92 تفسیر حضرت مسیح موعود جلد اوّل صفحہ 42 تا 44)

خلافت کا قیام

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلی الامر کا ظہور دیگر قوانین قدرت سے مختلف ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عدم سے پیدائش والی قدرت کا ظہور ہوتا ہے اس لئے اس میں کسی انسان کا عمل دخل ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن جب ایک عدم سے پیدا کی گئی تخلیق بدرجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اور اپنی چمکار دکھلانے کو تیار ہوجاتی ہے تو پھر اس تخلیق کو ایک نظام کے تحت اور قوانین قدرت کے تحت چلانا خدا تعالیٰ کی دوسری تجلی کے ظہور کو چاہتا ہے۔ جسے قرآن میں استوائے عرش کے مرحلے سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ درج بالا اقتباسات سے ظاہر ہے۔ اس ضمن میں جب خدا تعالیٰ روحانی طور پر عدم سے ایک نبی دنیا میں برپا کر دیتا ہے تو نبی کی وفات کے وقت تک اس کی تیار کی ہوئی ایک روحانی جماعت تخلیق کا ابتدائی درجہ کمال حاصل کر چکی ہوتی ہے۔ لہٰذا چونکہ اب عدم نہیں رہا اور روحانیت کی تخم ریزی کے نتیجے میں ایک وجود عدم سے ظہور میں آچکا ہے تو ایسے وقت میں پھر الامر والی تجلی کی بجائے وہ تجلی ظاہر ہوتی ہے جو ایک نظام کا تسلسل ہوتی ہے۔ جو اسی وجود سے نئے وجود پیدا کرنے کا سلسلہ ہے۔ اور جو جماعت خدا تعالیٰ نبی کے ظہور کے نتیجے میں پیدا کر چکا ہے اب اسی جماعت کا تسلسل اسی جماعت کے ذریعے اپنی دوسری قدرت کا ہاتھ دکھا کر چلاتا ہے۔ اور چونکہ یہ تجلی پہلے سے موجود خلق سے اگلی پیدائش کو چاہتی ہے اس لئے یہ قدرت ثانیہ کا ظہور دنیاوی رعائیت اسباب کو چاہتا ہے۔ اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں خوب کھول کر بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا اس مضمون کو حضور نے کچھ اس طرح بیان فرمایا کہ

’’میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آ جائے گی۔

اور چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔

(حاشیہ) ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس 40 مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بناوے۔‘‘

گویا یہ واضح ہے کہ نبوت قدرت اولیٰ جو خدا تعالیٰ کی تجلی الامر کا مظہر ہے جو صفت رحمانیت کو چاہتی ہے وہ اب وجود پا کر قدرت ثانیہ میں تبدیل ہوتی ہے۔ اور تجلی الخلق کا ظہور ہوتا ہے جو صفت رحیمیت کا فیضان ہے۔ رسالہ الوصیت کے پیش کردہ اقتباس میں قدرت ثانیہ کے ذکر میں جیسا کہ حضورؑ نے فرمایا کہ قدرت ثانیہ کا قیام دعاؤں کو چاہتا ہے۔ دوسری طرف حضورؑ نے جہاں رحمانیت اور رحیمیت کے مابین ایک لطیف فرق کو بیان فرمایا وہاں بھی یہ نکتہ بیان فرمایا

’’رحمانیت میں فعل کو کوئی عمل دخل نہیں ہوتا مگر رحیمیت میں فعل وعمل کو دخل ہے لیکن کمزوری بھی ساتھ ہی ہے۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد اول صفحہ 123)

’’رحمانیت اور رحیمیت میں یہی فرق ہے کہ رحمانیت دعا کو نہیں چاہتی مگر رحیمیت دعا کو چاہتی ہے‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد اول صفحہ 79)

اب جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے یہ امر بدیہی طور پر ثابت ہے کہ نبوت اور خلافت دراصل خدا تعالیٰ کی دو مختلف تجلیات کے مظاہر ہیں۔ لہٰذا خلافت کا قیام جو خدا تعالیٰ کی ہی قدرت ثانی اور ایک دوسری تجلی کا مظہر ہے اسکا انتخاب دنیاوی رعائیت اسباب سے ہونا دراصل خدا تعالیٰ کا ہی فعل اور قدرت کا مظہر ہے۔

نبوت امر ربی ہے خلافت استوائے عرش

اس جگہ ایک لطیف نکتہ بیان کرنے کے لائق ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کے عرش سے کیا مراد ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو عرش کی حقیقت اور اس ضمن میں عرش کو چار ملائکہ کے اٹھانے کی لطیف تفسیر پیش کی ہے اسکے مطابق:

’’چار ملائک کا عرش کو اٹھانا یہ بھی ایک استعارہ ہے۔ رب، رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین یہ صفات الٰہی کے مظہر ہیں۔‘‘

(البدر جلد 2 نمبر 5 مورخہ 20 فروری 1903ء صفحہ 37-38)

اس امر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ:

’’خدا تعالیٰ کی چار صفتیں ہیں جو امّ الصفات ہیں اور ہر ایک صفت ہماری بشریت سے ایک امر مانگتی ہے اور وہ چار صفات یہ ہیں۔ ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت۔ مالکیت یوم الدّین۔ (1) ربوبیت اپنے فیضان کے لئے عدم محض یا مشابہ بالعدم کو چاہتی ہے اور تمام انواع مخلوق کی جاندار ہوں یا غیر جاندار اسی سے پیرایہء وجود پہنتے ہیں۔ (2) رحمانیت اپنے فیضان کے لئے صرف عدم کو چاہتی ہے۔یعنی اُس عدمِ محض کو جس کے وقت میں وجود کا کوئی اثر اور ظہور نہ ہو اور صرف جانداروں سے تعلق رکھتی ہے اور چیزوں سے نہیں۔ (3) رحیمیت اپنے فیضان کے لئے موجود ذوالعقل کے منہ سے نیستی اور عدم کا اقرار چاہتی ہے اور صرف نوع انسان سے تعلق رکھتی ہے۔ (4) مالکیت یوم الدّین اپنے فیضان کے لئے فقیرانہ تضرّع اور الحاح کو چاہتی ہے اور صرف اُن انسانوں سے تعلق رکھتی ہے جو گداؤں کی طرح حضرت احدیت کے آستانہ پر گرتے ہیں اور فیض پانے کے لئے دامنِ افلاس پھیلاتے ہیں اور سچ مچ اپنے تئیں تہی دست پا کر خدا تعالیٰ کی مالکیت پر ایمان لاتے ہیں۔------۔ یہ چاروں صفتیں لف ونشر مرتب کے طور پر سورہ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں اور کیونکہ صحیفہءِ فطرت پر نظر ڈال کر ثابت ہوتا ہے کہ اسی ترتیب سے جو سورہ فاتحہ میں ہے یہ چاروں صفات خدا کی فعلی کتاب قانونِ قدرت میں پائی جاتی ہیں۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 242 تا 244)

جیسا کہ مضمون کی ابتداء میں سورہ اعراف کی آیت کی تفسیر فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں تخلیق کے حوالے سے خدا تعالیٰ کی دو تجلیات کا ذکر ہوا ہے اس بارے میں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ نبوت کے ذریعے روحانیت کے نظام کو دنیا میں عدم سے وجود میں لانا محض ربوبیت اور رحمانیت کی صفت کے تحت ہے اس لئے اس مرحلے پر رحیمیت، مالکیت یوم الدین کا ظہور نہیں ہوتا۔ اس لئے اس مرحلے پر خدا تعالیٰ کی استوائے عرش والی تجلی کا ظہور نہیں ہوتا۔ جبکہ جب ایک نبی اپنی بعثت کے بعد ایک روحانی نظام دنیا میں قائم کر دیتا ہے تو اس مرحلے پر خدا تعالیٰ کی دیگر صفات یعنی رحیمیت اور مالکیت یوم الدین کا ظہور بھی ہوجاتا ہے۔ گویا استوائے عرش کو جن چار صفات کا اظہار چاہئے وہ ظہور تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ اور خدا کا عرش ایک نئے نظام کی صورت قائم ہوجاتا ہے۔ اور اب ان چاروں صفات کا اظہار ہونا شروع ہوجاتا ہے جو عرش کے استواء کے لئے ضروری ہیں۔

کیا خلیفہ کا تقرر انسانوں کے ذریعے نہیں ہونا چاہیے؟

اب یہاں ایک اور نکتہ غور کرنے کے لائق ہے کہ جب خدا نے دنیا میں عدم سے ایک روحانی وجود نبی کی صورت میں نازل کر دیا تو اسکا حقیقی مقصد اور علت غائی کیا ہے؟ نبی کی بعثت کا مقصد خدا تعالیٰ کے نہاں در نہاں وجود کو دنیا کو دکھانا اور روحانیت کا قیام یعنی انسانوں کا ان کے خدا سے حقیقی تعلق قائم کرنا ہے۔یعنی ایک انسان کو نفس امارہ کی گہرائی سے اٹھا کر نفس مطمئنہ کی معراج پر لے جانا۔ گویا خدا اس مومن کے ہاتھ ہوجائے،

اسکے پیر ہوجائے، اسکی آنکھ ہوجائے اور اسکے کان ہوجائے۔ ایک زمینی انسان الٰہی رنگ پکڑ لے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لوہا جب آگ میں پڑتا ہے تو آگ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں وہ سبھی خاصیتیں پیدا ہوجاتی ہیں جو آگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ لیکن نہیں کہہ سکتے کہ وہ اب لوہا نہیں رہا آگ بن گیا ہے۔ گویا ایک انسان جب مذہب کی پیروی کر کے خدا سے تعلق قائم کر لے اور الٰہی رنگ پکڑ لے تو گویا مذہب کا مدعا پورا ہوگیا۔ اور اگر نبی اپنی زندگی میں ایسی جماعت ہی پیدا نہ کر سکے جو الٰہی رنگ پکڑ کر خدا سے جڑ سکے۔ جو خدا کی رضا کو جان کر نبی کے جانشین کو بھی پہچان نہ پائے۔ تو ظاہر ہے کہ نبی کے قیام کا مقصد نعوذ باللہ پورا ہی نہ ہوا۔ گو کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لوہے اور آگ کا یہ لطیف استعارہ کئی جگہ بیان فرمایا ہے مگر یہاں اس ضمن میں ایک دلچسپ روایت پیش خدمت ہے۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو آپ کی وفات کے متعلق الہامات ہو رہے تھے اُنہی دنوں کا واقعہ ہے کہ جلسہ سالانہ مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوا۔ حضور نے اس جلسہ میں نماز کے بعد متعلق تقریر فرماتے ہوئے سورۃ فاتحہ کی تشریح فرمائی اور عبودیت کے معنی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ عبد جب صحیح طور پر عبودیت کے رنگ سے رنگین ہوتا ہے تو اُس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک لوہے کا ٹکڑا آگ میں پڑ کر آگ کا انگارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صفاتِ الٰہیہ سے عبد متصف ہو جاتا ہے جس طرح کہ وہ لوہا کا ٹکڑا آگ نہیں ہوتا بلکہ اپنی ماہیت میں لوہا ہوتا ہے اور عارضی طور پر آگ کی کیفیت اُس میں سرایت کرتی ہے۔ اسی طرح عبد اپنی حقیقت میں انسان ہوتا ہے لیکن اس میں صفاتِ الٰہیہ کام کر رہی ہوتی ہیں ایسے عبد کا ارادہ اپنا نہیں ہوتا بلکہ الٰہی ارادے کے ساتھ اُس کی تمام حرکات و سکنات وابستہ ہوتی ہیں۔

(روایات حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 4 1 صفحہ 50)

اب اگر خدا تعالیٰ کو نبی کی وفات کے بعد ایک بار پھر عدم سے نبی کی طرز پر ہی ایک نیا خلیفہ قائم کرنا پڑے تو یہ دراصل خدا کی قدرتِ اولیٰ یعنی نبوت کے قیام پر ایک حملہ تصور ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت اولیٰ اور تجلی الامر پر حملہ ہوگا۔ گویا خدا نے نبی کے ذریعے ایک پودا تو لگا دیا مگر وہ زمین سے باہر نکل کر زندہ نہ رہ سکا اور مرجھا گیا۔ اور یوں كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ والا قانون بھی سوالیہ نشان بن کر سامنے آجاتا ہے۔ کیونکہ رسولوں کو غلبہ تو عموماً انکی زندگی کے بعد نصیب ہوا کرتا ہے۔ اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

’’یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اِس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اِسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اُس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں اُن کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔‘‘

پھر فرماتے ہیں:

’’سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اِس جماعت کو جو تیرے پَیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اُس نے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔‘‘

لہٰذا اس ساری بحث سے یہ واضح ہے کہ اس امر کے ماننے کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے کہ خلافت کا انتخاب بہر حال وہی پاک جماعت کرے گی جسے نبی نے اپنی بعثت کے نتیجے میں تیار کیا۔ اور وہ ایسی جماعت تیار ہوگئی جو خدا سے تعلق پکڑ کر اسکا رنگ اختیار کر گئی ہے۔ اور جس نے تقویٰ کا وہ مقام حاصل کر لیا ہے کہ خدا کی رضا اب خدا کی اس جماعت کے ذریعے خدا کی ایک دوسری تجلی کے ظہور کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے۔ نبوت کے بعد روحانی طور پر ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا ہو گئے ہیں۔ اور اس پیدائش کے بعد اب خدا تعالیٰ کی دوسری تجلی استوائے عرش کو چاہتی ہے جو اس نظام کی بقا کا باعث ہو۔ بالکل ایسے ہی جیسے خدا تعالیٰ نے ابتدا میں ایک لمبے ارتقا کے نتیجے میں نیستی سے زندگی کو پیدا کیا مگر اب وہ زندگی خدا کی ہی دوسری تجلی کے تحت ایک نظام حیات کے ذریعے آگے سے آگے زندگی کو چلانے کا سبب بن رہی ہے۔ اور نادان نہیں سمجھ سکتا کہ اس زندگی کے پیدا کرنے میں بھی خدا تعالیٰ کی ہی قدرت کارفرما ہے اور ایک غیر مومن اپنی محدود نظر سے یہی سمجھتا ہے کہ دنیاوی رعایت اسباب اور قوانین قدرت کے تحت ہی سب چل رہا ہے۔ لیکن خدا کی جماعت جانتی ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ اپنے خلیفہ کو نہ صرف اس جماعت کے ذریعے منتخب کرواتا ہے بلکہ اسکی مسلسل تائید و نصرت کر کے اس انتخاب کو اپنا انتخاب ثابت بھی کرتا ہے۔

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

مَیں اُن تمام عہدیداروں اور جن کے سپرد بھی فیصلہ (کرنے کا کام) ہے، اُن میں قاضی صاحبان بھی شامل ہیں، اُن کو بھی کہتا ہوں کہ آپ بھی خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کے حکم کے موافق کام کریں۔ ایسی بات نہ کریں جو آپ کو انصاف سے دُور لے جانے والی ہو، جو تقویٰ سے ہٹی ہوئی ہو۔ خلیفۂ وقت کی نمائندگی کا صحیح حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر نہیں تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ ضرور پکڑے جائیں گے اور جو دنیاوی کارروائی ہو گی وہ تو ہوگی، خدا تعالیٰ کی سزا کے بھی مورد بن سکتے ہیں۔ پس ہر عہدیدار کے لئے یہ بہت خوف کا مقام ہے۔ عہدیدار بننا صرف عہدیدار بننا نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ ہے، اُس کے رسول پر ایمان کا دعویٰ ہے، مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لانے کا دعویٰ ہے، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا دعویٰ ہے تو پھر اللہ اور اُس کے رسول کے ہر حکم پر عمل کرو۔ زمانے کے امام نے جو تمہیں کہا ہے اُس پر عمل کرو۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے جو ہدایات دی جاتی ہیں اُن پر عمل کرو، ورنہ تمہارا قسمیں کھانا اور بلند بانگ دعوے کرنا کہ ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے بے معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کا حال جانتا ہے، اُسے پتہ ہے، اُس کے علم میں ہے کہ تم کہہ کیا رہے ہو اور کر کیا رہے ہو۔ ہم ہر اجتماع پر یہ عہد تو کرتے ہیں کہ خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اُس کی پابندی کرنی ضروری سمجھیں گے لیکن بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کی بھی پابندی نہیں کرتے بلکہ قرآنِ کریم کے جو احکامات ہیں اُن کی بھی تعمیل کرنے کی، پابندی کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جو کم از کم معیار ہیں اُن کو بھی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اپنی جماعت کے بارے میں جو توقعات ہیں اُس میں پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خلافت احمدیہ سے سچا اور وفا کا تعلق قائم فرمائے۔ اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ خلافت کے انعام سے ہمیشہ سب فیضیاب ہوتے رہیں۔

(خطبہ جمعہ 24/ مئی 2013ء)

ابو عطیہ۔ کیلگری، کینیڈا

خلفاء کا مقام و مرتبہ

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں

خدا تعالیٰ کے انبیاء زمین پر خدا کی ہستی کا منہ بولتا ثبوت ہیں جن کے ذریعہ لوگوں کو خدا کا حقیقی عرفان اور ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ وہ زمین پر خدا کی طاقتوں اور قدرتوں کے مظہر ہوتے ہیں اور اُنکے بعد خلفاء زمین پر یہی برکات پھیلانے کا موجب بنتے ہیں۔ چنانچہ اُنکے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور نصرتوں کے اظہار کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اِسی سنت کے تحت حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بھی اپنے بعد آنے والے خلفاء کو خدا تعالیٰ کی دوسری قدرت کا مظہر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں۔

’’تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305)

قرآن کریم اور احادیث میں خدا تعالیٰ کے اولیاء اور مقربین کی بیشمار علامات بیان کی گئی ہیں۔ انبیاء اور خلفاء چونکہ اپنے زمانہ کے تمام صالحین اور متقین کے بھی امام ہوتے ہیں لہٰذا یہ تمام علامات بدرجہء اتم اِن میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات میں کامل مومنین کی جن علامات کا ذکر ہے اُن کا کامل ظہور انہیں انبیاء اور خلفاء کی ذات میں بدرجہء اولیٰ ہوتا ہے۔ یہاں انسان کی جسمانی اور روحانی پیدائش کے مراحل کے تذکرہ کے بعد آخری مرحلہ کو اللہ تعالیٰ نے خلقِ آخر (دوسری پیدائش) کے نام سے موسوم کیا ہے۔ کسی عام انسان کے کامل مومن ہونے اور روحانی ترقیات کے اِن تمام مراحل طے کر لینے کی گواہی کوئی دوسرا نہیں دے سکتا، کیونکہ دِلوں کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور بموجب آیتِ قرآنی

فَلَا تُزَکُّوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی (النجم:33)

پس اپنے آپ کو (یونہی) پاک نہ ٹھہرایا کرو۔ وہی ہے جو سب سے زیادہ جانتا ہے کہ متقی کون ہے۔

کسی انسان کو یہ حق بھی نہیں دیا گیا کہ وہ دوسرے کے ایمان و اتقاء کا اندازہ لگاتا پھرے۔ تاہم اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اُنکے خلفاء کا خود انتخاب کر کے اُنکے اوّل المومنین اور امام المتقین ہونے کا خود اعلان فرمادیتا ہے۔ چنانچہ وہ روحانی ترقیات کے تمام زینے طے کرتے ہوئے اُس مقامِ روحانی کو پالیتے ہیں جسے خلقِ آخر (دوسری پیدائش) کے ساتھ موسوم کیا گیا۔ اس پیدائشِ ثانی کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ بیان فرماتے ہیں۔

’’یہ نئی پیدائش اُس وقت ہوتی ہے جب پہلے روحانی قالب تمام تیار ہوچکتا ہے۔ اور پھر وہ روح جو محبتِ ذاتیہ الٰہیہ کا ایک شعلہ ہے ایسے مومن کے دل پر آپڑتا ہے اور یک دفعہ طاقتِ بالانشیمن بشریت سے بلند تر اُس کو لے جاتی ہے۔ اور یہ مرتبہ وہ ہے جس کو روحانی طور پر خَلق آخر کہتے ہیں۔ اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ اپنی ذاتی محبت کا ایک افروختہ شعلہ جس کو دوسرے لفظوں میں روح کہتے ہیں مومن کے دل پر نازل کرتا ہے اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور اس روح کے پھونکنے کے ساتھ ہی وہ حسن جو ادنیٰ مرتبہ پر تھا کمال کو پہنچ جاتا ہے اور ایک روحانی آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے اور گندی زندگی کی کبودگی بکلّی دور ہو جاتی ہے اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی روح اُس کے اندر داخل ہوگئی ہے جو پہلے نہیں تھی۔ اُس روح کے ملنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتی ہے اور محبتِ ذاتیہ ایک فوّارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودہ کی آبپاشی کرتی ہے اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی اس درجہ پر وہ تمام و کمال افروختہ ہو جاتی ہے اور انسانی وجود کے تمام خس وخاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اس پر کر دیتی ہے۔ اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے۔ تب اُس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں تپایا جائے یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے۔ اس مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے بلکہ محبتِ الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔ اس درجہ پر مومن کی روٹی خدا ہوتا ہے جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے۔ اور اس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہی ہوتا ہے جس سے اس کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔ اور اس مقام پر استعارہ کے رنگ میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا اس مرتبہ کے مومن کے اندر داخل ہوتا اور اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتا اور اس کے دل کو اپنا تخت گاہ بنالیتا ہے۔ تب وہ اپنی روح سے نہیں بلکہ خدا کی روح سے دیکھتا اور خدا کی روح سے سنتا اور خدا کی روح سے بولتا اور خدا کی روح سے چلتا اور خدا کی روح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس مرتبہ پر نیستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے اور خدا کی روح اس پر اپنی محبتِ ذاتیہ کے ساتھ تجلّی فرما کر حیاتِ ثانی اس کو بخشتی ہے۔ پس اس وقت روحانی طور پر اس پر یہ آیت صادق آتی ہے۔

ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ

(ترجمہ: پھر ہم نے اسے ایک نئی خِلقت کی صورت میں پروان چڑھایا۔ پس ایک وہی اللہ برکت والا ثابت ہوا جو سب تخلیق کرنے والوں سے بہتر ہے۔‘‘)

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصّہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 215-216)

پھر اِس نئی پیدائش کے نتیجہ میں انبیاء اور خلفاء کے وجودوں کو جو ایک نیا روحانی حُسن عطا کیا جاتا ہے اِس کا نقشہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اِس دلنشیں انداز میں کھینچتے ہیں۔

’’یہ وہ حُسن ہے جو اپنی قوی کششوں کے ساتھ حُسنِ بشرہ سے بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حُسنِ بشرہ صرف ایک یا دو شخص کے فانی عشق کا موجب ہوگا جو جلد زوال پذیر ہو جائے گا اور اس کی کشش نہایت کمزور ہوگی۔ لیکن وہ روحانی حُسن جس کو حُسنِ معاملہ سے موسوم کیا گیا ہے وہ اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور زمین و آسمان کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے اور قبولیت دُعا کی بھی درحقیقت فلاسفی یہی ہے کہ جب ایسا رُوحانی حُسن والا انسان جس میں محبتِ الٰہیہ کی رُوح داخل ہوجاتی ہے جب کسی غیر ممکن اور نہایت مشکل امر کے لئے دُعا کرتا ہے اور اُس دُعا پر پورا پورا زور دیتا ہے تو چونکہ وہ اپنی ذات میں حُسنِ رُوحانی رکھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے امر اور اذن سے اس عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پس ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لئے کافی ہوں۔ تجربہ اور خدا تعالیٰ کی پاک کتاب سے ثابت ہے کہ دنیا کے ہر ایک ذرّہ کو طبعاً ایسے شخص کے ساتھ ایک عشق ہوتا ہے اور اُس کی دُعائیں اُن تمام ذرّات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا کہ آہن رُبا لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پس غیر معمولی باتیں جن کا ذکر کسی علمِ طبعی اور فلسفہ میں نہیں اس کشش کے باعث ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور وہ کشش طبعی ہوتی ہے۔ جب سے کہ صانع مطلق نے عالمِ اجسام کو ذرّات سے ترکیب دی ہے ہر ایک ذرّے میں وہ کشش رکھی ہے اور ہر ایک ذرّہ رُوحانی حُسن کا عاشق صادق ہے اور ایسا ہی ہر ایک سعید رُوح بھی۔ کیونکہ وہ حُسن تجلّی گاہِ حق ہے۔ وہی حُسن تھا جس کے لئے فرمایا گیا

اُسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ (البقرہ: 35)

(ترجمہ: آدم کی خاطر سجدہ کرو تو وہ سب سجدہ ریز ہوگئے سوائے ابلیس کے۔) اور اب بھی بہتیرے ابلیس ہیں جو اِس حُسن کو شناخت نہیں کرتے مگر وہ حسن بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے۔

نوح میں وہی حُسن تھا جس کی پاس خاطر حضرت عزت جلّ شانہٗ کو منظور ہوئی اور تمام منکروں کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ پھر اس کے بعد موسیٰ بھی وہی حُسن رُوحانی لے کر آیا جس نے چند روز تکلیفیں اٹھا کر آخر فرعون کا بیڑا غرق کیا۔ پھر سب کے بعد سیّد الانبیاء وخیر الوریٰ مولانا وسیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان روحانی حُسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے۔

دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی (النجم:9-10)

یعنی وہ نبی جنابِ الٰہی سے بہت نزدیک چلا گیا۔ اور پھر مخلوق کی طرف جُھکا اور اس طرح پر دونوں حقوں کو جو حق اللہ اور حق العباد ہے ادا کر دیا۔ اور دونوں قسم کا حُسن رُوحانی ظاہر کیا۔ اور دونوں قوسوں میں وتر کی طرح ہوگیا۔‘‘

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصّہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 219-221)

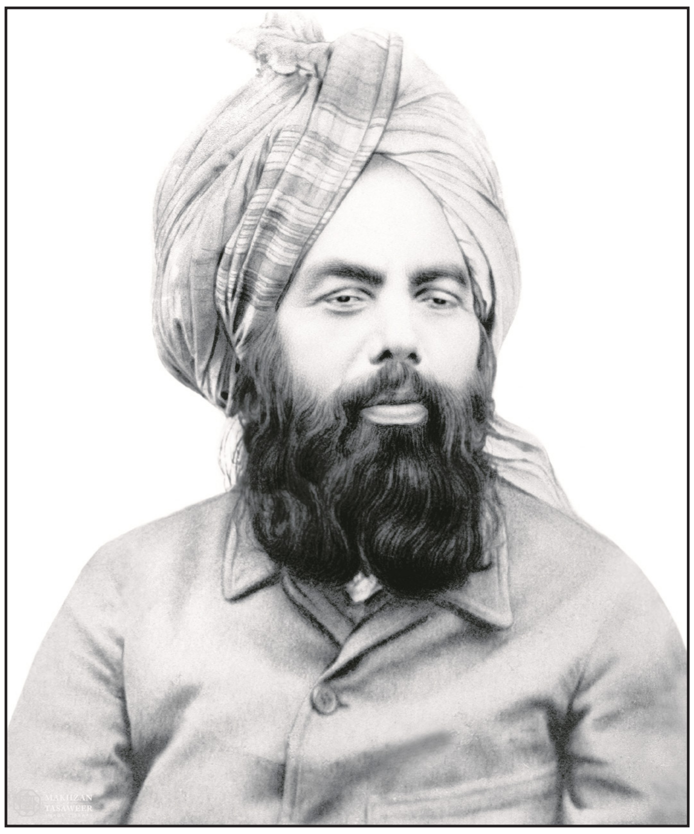

ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی ذات میں نہ صرف اِس

حسن کی کامل تجلّی ہوئی بلکہ آپ کے بعثت کے بعد یہ نور صرف اور صرف آپ کی اُمت کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین اِس نور کی تجلی گاہ بنے اور پھر مجددین کے سلسلہ کے ذریعہ وقتاً فوقتاً یہ نور اُمت کیلئے تاریکی میں روشنی کے مینار کا کام کرتا رہا۔ بالآخر اسلام کی چودھویں صدی میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ذریعہ بدرِ کامل کی مانند اِس نور کی ضیا پاشی سے سارا عالم منور ہوگیا۔

؎ مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
مَیں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

تاہم آپ نے بار بار یہ امر بھی کھول کھول کر بیان کیا کہ اِس نور کا حقیقی سر چشمہ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ذات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سارے زمانوں کیلئے سِراجاً مُنیراً بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

؎ وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
؎ اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

پھر حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپ کی بشارتوں کے مطابق خلافت کے مبارک سلسلہ کے ذریعہ انسانیت کو ایک بار پھر ضلالت اور گمراہی کے اندھیروں سے بچنے کیلئے اِس نور کا سہارا مل گیا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے جہاں اِس روحانی نور کو پانے کیلئے سلوک کی باریک راہوں کا نہایت لطیف پیرایہ میں تذکرہ فرمایا وہاں اِس مقام کو پالینے والوں کی علامات کی بھی تفصیل بیان فرمائی۔ چنانچہ خلفاء کے وجود میں اِن علامات کا پایا جانا نہ صرف اُن کے اعلیٰ روحانی مقام پر فائز ہونے کی گواہی دیتا ہے بلکہ اِس امر کی دلالت بھی کرتا ہے کہ وہ واقعتاً خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں۔ ورنہ انسان کسی خاص کام کیلئے دوسرے انسان کا انتخاب تو کرسکتا ہے مگر اُس میں وہ صفات تو پیدا نہیں کرسکتا جن کے ذریعہ وہ اپنے فرائض کو بخوبی سرانجام دے سکے۔

چنانچہ اِن کامل مؤمنین اور آئمۃ المتقین کے مزید اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’جیسا کہ خدائے کریم بے نیاز ہے اس نے اپنے برگزیدوں میں بھی بے نیازی کی صفت رکھ دی ہے۔ سو وہ خدا کی طرح سخت بے نیاز ہوتے ہیں اور جب تک کوئی پوری خاکساری اور اخلاص کے ساتھ اُن کے رحم کے لئے ایک تحریک پیدا نہ کرے وہ قوت اُن کی جوش نہیں مارتی اور عجیب تر یہ کہ وہ لوگ تمام دنیا سے زیادہ تر رحم کی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ مگر اُس کی تحریک اُن کے اختیار میں نہیں ہوتی گو وہ بارہا چاہتے بھی ہیں کہ وہ قوت ظہور میں آوے مگر بجز ارادہ الٰہیہ کے ظاہر نہیں ہوتی۔ بالخصوص وہ منکروں اور منافقوں اور سُست اعتقاد لوگوں کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح اُن کو سمجھتے ہیں اور وہ بے نیازی ان کی ایک ایسی شان رکھتی ہے جیسا کہ ایک معشوق نہایت خوبصورت برقع میں اپنا چہرہ چھپائے رکھے۔ اور اِسی بے نیازی کا ایک شعبہ یہ ہے کہ جب کوئی شریر انسان اُن پر بدظنی کرے تو بسا اوقات بے نیازی کے جوش سے اُس بدظنی کو اور بھی بڑھا دیتے ہیں۔ کیونکہ تخلّق باخلاق اللہ رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَہُمُ اللّٰہُ مَرَضًا (البقرہ: 11)

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ پس اللہ نے ان کو بیماری میں بڑھا دیا۔

جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ کوئی معجزہ اُن سے ظاہر ہو تو اُن کے دلوں میں ایک جوش پیدا کر دیتا ہے اور ایک امر کے حصول کے لئے سخت کرب اور قلق اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے تب وہ بے نیازی کا برقع اپنے مُنہ پر سے اُتار لیتے ہیں اور وہ حُسن اُن کا جو بجز خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں دیکھتا وہ آسمان کے فرشتوں پر اور ذرّہ ذرّہ پر نمودار ہو جاتا ہے۔ اور اُن کا مُنہ پر سے برقع اٹھانا یہ ہے کہ وہ اپنے کامل صدق اور صفا کے ساتھ اور اِس رُوحانی حُسن کے ساتھ جس کی وجہ سے وہ خدا کے محبوب ہو گئے ہیں اس خدا کی طرف ایک ایسا خارق عادت رجوع کرتے ہیں اور ایک ایسے اقبال علی اللہ کی اُن میں حالت پیدا ہو جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کی فوق العادت رحمت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور ساتھ ہی ذرّہ ذرّہ اس عالم کا کھنچا چلا آتا ہے۔ اور اُن کی عاشقانہ حرارت کی گرمی آسمان پر جمع ہوتی اور بادلوں کی طرح فرشتوں کو بھی اپنا چہرہ دکھا دیتی ہے اور اُن کی دردیں جو رعد کی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں ایک سخت شور ملاءِ اعلیٰ میں ڈال دیتی ہیں تب خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ بادل پیدا ہو جاتے ہیں جن سے رحمتِ الٰہی کا وہ مینہ برستا ہے جس کی وہ خواہش کرتے ہیں۔ اُن کی روحانیت جب اپنے پورے سوز و گداز کے ساتھ کسی عقدہ کشائی کے لئے توجہ کرتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ بباعث اس کے جو خدا سے ذاتی محبت رکھتے ہیں محبوبانِ الٰہی میں داخل ہوتے ہیں۔ تب ہر ایک چیز جو خدا تعالیٰ کے زیرِ حکم ہے۔ اُن کی مدد کے لئے جوش مارتی ہے اور رحمتِ الٰہی محض اُن کی مراد پوری کرنے کے لئے ایک خلق جدید کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ اور وہ امور ظاہر ہوتے ہیں جو اہل دنیا کی نظر میں غیر ممکن معلوم ہوتے ہیں اور جن سے سفلی علوم محض نا آشنا ہیں۔ ایسے لوگوں کو خدا تو نہیں کہہ سکتے مگر قرب اور علاقہ محبت اُن کا کچھ ایسا صدق اور صفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے گویا خدا اُن میں اُتر آتا ہے۔ اور آدم کی طرح خدائی رُوح اُن میں پُھونکی جاتی ہے مگر یہ نہیں کہ وہ خدا ہیں لیکن درمیان میں کچھ ایسا تعلق ہے جیسا کہ لوہے کو جب کہ سخت طور پر آگ سے افروختہ ہو جائے اور آگ کا رنگ اُس میں پیدا ہو جائے آگ سے تعلق ہوتا ہے۔ اس صورت میں تمام چیزیں جو خدا تعالیٰ کے زیرِ حکم ہیں اُن کے زیرِ حکم ہو جاتی ہیں۔ اور آسمان کے ستارے اور سورج اور چاند سے لے کر زمین کے سمندروں اور ہوا اور آگ تک اُن کی آواز کو سُنتے اور ان کو شناخت کرتے اور اُن کی خدمت میں لگے رہتے ہیں اور ہر ایک چیز طبعاً اُن سے پیار کرتی ہے اور عاشقِ صادق کی طرح اُن کی طرف کھنچی جاتی ہے۔ بجز شریر انسانوں کے جو شیطان کا اوتار ہیں۔ عشق مجازی تو ایک منحوس عشق ہے کہ ایک طرف پیدا ہوتا اور ایک طرف مرجاتا ہے۔ اور نیز اس کی بنا اُس حُسن پر ہے جو قابلِ زوال ہے۔ اور نیز اُس حُسن کے اثر کے نیچے آنے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ مگر یہ کیا حیرت انگیز نظارہ ہے کہ وہ حسن روحانی جو حُسن معاملہ اور صدق و صفا اور محبتِ الٰہیہ کی تجلّی کے بعد انسان میں پیدا ہوتا ہے اس میں ایک عالمگیر کشش پائی جاتی ہے وہ مستعد دلوں کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کہ جیسے شہد چیونٹیوں کو۔ اور نہ صرف انسان بلکہ عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کی کشش سے متاثر ہوتا ہے۔ صادق المحبت انسان جو سچی محبت خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے وہ وہ یوسف ہے جس کے لئے ذرّہ ذرّہ اس عالم کا زلیخا صفت ہے۔ اور ابھی حسن اُس کا اس عالم میں ظاہر نہیں کیونکہ یہ عالم اس کی برداشت نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں جو فرقان مجید ہے فرماتا ہے کہ مومنوں کا نور اُن کے چہروں پر دوڑتا ہے۔ اور مومن اس حُسن سے شناخت کیا جاتا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں نور ہے۔

اور مجھے ایک دفعہ عالمِ کشف میں پنجابی زبان میں اِسی علامت کے بارہ میں یہ موزوں فقرہ سُنایا گیا۔ ’’عِشق الٰہی وَسّے مُنہ پر ولیاں ایہہ نشانی‘‘ مومن کا نور جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے وہ وہی روحانی حُسن و جمال ہے جو مومن کو وجودِ رُوحانی کے مرتبہ ششم پر کامل طور پر عطا کیا جاتا ہے۔ جسمانی حُسن کا ایک شخص یا دو شخص خریدار ہوتے ہیں مگر یہ عجیب حُسن ہے جس کے خریدار کروڑہا رُوحیں ہو جاتی ہیں۔‘‘

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 221-224)

یہاں یہ دلچسپ امر بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کی نہایت لطیف تشریح بیان کرتے ہوئے جس نور کا ذکر فرما رہے، اِسی نور کی مزید تفصیلات اللہ تعالیٰ نے اِس سے اگلی سورۃ میں مزید کھول کر بیان فرمادیں اور اِس سورۃ کا نام بھی سورۃ النور رکھا۔ جہاں اِس سورۃ کے آغاز میں اِس نور کے بجھانے والوں اور اُس پر پردے ڈالنے والوں کے احوال کا تذکرہ ہے وہاں آیتِ استخلاف کے ذریعہ اِس الٰہی نور کے انبیاء کے بعد نظامِ خلافت کے ذریعہ جاری و ساری رہنے کی بھی بشارت عطا فرمادی۔

چنانچہ اِس الٰہی نور کے وارث اور خدا کے اِن مقربین کی مزید علامات کا تذکرہ آپؑ نے اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین کے عربی حصّہ ’’علامات المقربین‘‘ میں نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں تحریر فرمایا ہے۔ اِن میں سے چند ایک علامات اردو ترجمہ کے ساتھ پیش ہیں۔

’’اے لوگو! اکٹھے ہو جاؤ، میں تمہارے لئے مقربین کی علامات بیان کروں گا۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کی روح کی شادابی کی حفاظت اللہ نے فرمائی ہے وہ خشک اور کم عقل شخص کی مانند نہیں ہوتے۔ تو انہیں خوش شکل، خوبرو اور بھرپور جوان کی طرح پائے گا اور اس شخص کی طرح نہیں پائے گا جو دِق کے مریض کی طرح لاغر ہو گیا ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سینے کھول دیئے گئے اور ان کی کمریں مضبوط کی گئیں اور ان کے نور کو تابانی عطا کر دی گئی۔ انہوں نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا۔ وہ اللہ کی راہ میں کسی بھی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتے خواہ ان کی رگ جان ہی کاٹ دی جائے۔ وہ صرف رب العالمین کی خاطر موت سے بچتے ہیں۔ خلق کے دودھ سے پرورش پاتی ہے اور دل ان کے فیض سے مضبوط کر دیئے جاتے ہیں۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقربین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 50)

’’وہ پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ وہ ہر دم آگے ہی آگے بڑھتے ہیں اور اللہ اُن کے نور میں مزید نور کا اتنا اضافہ فرماتا ہے کہ وہ پہچانے نہیں جاتے۔ جاہل انہیں ایسے انسان تصور کرتا ہے جو آلائشوں سے آلودہ ہیں حالانکہ وہ اپنے نفسوں سے دور کئے گئے ہیں۔ جب انہیں کسی شیطانی چکر کا ذرا بھی احساس ہو تو وہ عاجزی کرتے ہوئے اپنا رخ اللہ کی جانب کر لیتے ہیں اور اس (اللہ) کی پناہ کی طرف دوڑتے ہیں تو ناگہاں وہ صاحب بصیرت ہو جاتے ہیں۔

وہ سست ہونے کی حالت میں دعا کے لیے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ قریب ہے کہ وہ دعا کرتے کرتے ہی جان دے دیں۔ اور ان کے اس تقوی کی وجہ سے ان کی (دعا) سنی جاتی ہے اور وہ مدد یافتہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دعا کے وقت انہیں ضعف کے بعد قوت دی جاتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور فرشتے انہیں تقویت دیتے ہیں پس وہ ہر خطا سے مصئون و محفوظ ہو جاتے ہیں اور اللہ کی جانب صعود کرتے ہیں اور اس کی رضا میں گم ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا اور وہ لوگوں کی نگاہ سے چھپا لیے جاتے ہیں۔ یہ ایک مخفی قوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے معاملے میں ہلاک ہونے والے ہلاک ہو گئے۔

اس دنیا کے اندھے انہیں دیکھ کر ان سے استہزاء کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) کیا اس کو اللہ نے مبعوث کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ (استہزاء کرنے والے) اندھے ہیں۔ ان (مقربانِ الٰہی) کی کچھ علامات ہوتی ہیں۔جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں مگر انہیں صاحبِ فراست اور پاک لوگ ہی پہچانتے ہیں۔

اور ان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ دنیا سے دور رکھے جاتے ہیں اور انہیں دنیاوی امور کی ساعت سے محروم کر دیا جاتا ہے کہ ان کے دلوں میں دنیا ذرہ برابر بھی نہیں رہتی۔ وہ بکثرت برسنے والے بادل کی طرح ہوتے ہیں اور اللہ کی خاطر بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور انہیں ہر آن نور کا غسل دیا جاتا ہے۔

اور ان کی ایک علامت یہ ہے کہ اللہ ان کے قلوب میں ایسی کشش ودیعت فرما دیتا ہے کہ مخلوق ان کی جانب کھنچی چلی آتی ہے۔ ان کی حالت اس جوش مارتے چشمے کی طرح ہوتی ہے جس کا پانی ٹھنڈا ہو۔ پس مخلوق ان کی طرف بھاگتی چلی آتی ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقربین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 54)

"ان کی ایک علامت یہ ہے کہ جو لوگ از راہِ اخلاص ان کے حلقہ بیعت میں آتے ہیں وہ ان کی پرورش اس طرح کرتے ہیں جس طرح چوزوں کی پرورش کی جاتی ہے۔ اور وہ انہیں شیطانی پھندوں سے رہا کرتے ہیں اور ان کی خاطر تاریک راتوں میں اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے اور سجدے کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان پر رحمت کی بارش ہوتی ہے اور ان پر رحم کیا جاتا ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقربین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 57)

"ان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ نہ تو چیں بجبیں ہوتے ہیں نہ ہی بدمزاجی سے پیش آتے ہیں اور نہ ہی لوگوں سے بے رخی کرتے ہیں اور وہ ہدایت کی چراگاہ میں ہر جگہ چرتے ہیں اور وہ ایسی زمین کی مانند نہیں ہوتے جس میں کسی جگہ روئیدگی ہو اور کہیں نہ ہو۔ وہ شدائد کا سامنا ہونے پر پیٹھ نہیں پھیرتے خواہ انہیں تاریکیوں میں چلنا پڑے۔ وہ بھاگتے نہیں خواہ انہیں قتل ہی کر دیا جائے۔ ان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ ناحق کسی کی عزت وآبرو کو آلودہ نہیں کرتے اور وہ اپنی زبان کو نیام میں رکھتے ہیں اور سوتنتے نہیں۔ وہ باطل امور میں نہیں پڑتے اور انہیں کتنا ہی بھڑکایا جائے پھر بھی ان کی آتشِ غضب ٹھنڈی ہی رہتی ہے اور جب کوئی تکلیف دہ بات انہیں پہنچے تو وہ خمیرے آٹے کی مانند غصہ سے نہیں پھولتے۔ وہ استقامت کو نہیں چھوڑتے بلکہ وہ اس پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔

تو انہیں بے غیرت کی طرح نہیں پائے گا بلکہ وہ ایک غیور قوم ہیں۔ وہ اللہ کے اخلاق کی نقل کرتے ہیں اور وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی بھی نقل کرتے ہیں جیسے تم ایک تحریر سے دوسری تحریر نقل کرتے ہو اور وہ اسی طرح ہی کرتے ہیں۔"

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقربین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 58)

"ان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ بلاؤں کے نزول کے وقت ان کی صحبت زمین پر بسنے والوں کے لئے آسمان سے حفاظت کا سامان ہوتا ہے اور اس سنگدلی کی دوا بن جاتی ہے جو دنیا کی تمناؤں اور خواہشات کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اور جس طرح پانی کے قلتِ استعمال سے بدن پر میل چڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کی صحبت کی قلت دلوں کو میلا کر دیتی ہے اور جاننے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں۔

ان کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی صحبت دلوں کو زندگی بخشتی، گناہوں کو کم کرتی اور ناتواں تھکے ماندوں کو قوت دیتی ہے۔ ان کی صحبت سے لوگ اپنی راہ پر ثابت قدم ہو جاتے ہیں اور وہ تفرقہ میں نہیں پڑتے۔"

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقربین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60)

"ان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ لغو اور فضول بات نہیں کرتے۔ تمسخر سے پرہیز کرتے ہیں اور ٹھٹھا نہیں کرتے وہ افسردہ زندگی گزارتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کے منہ سے نکلی ہوئی کوئی بات اور ان کا کوئی فعل ان کے (نیک) اعمال کو ضائع نہ کر دے۔ ان کی گفتار صرف مضبوط (بنیاد) پر استوار ہوتی ہے اور وہ لایعنی گفتگو نہیں کرتے۔ ان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ تو انہیں دیکھتا ہے کہ اللہ انہیں ضعف کے بعد قوت اور افلاس کے بعد تونگری بخشتا ہے اور وہ لوگ بے یار و مددگار نہیں چھوڑے جاتے۔ ان کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں سے ہر قسم کی تکلیف اور کجروی پاتے ہیں اور ہر طرف سے انہیں مایوسی نظر آتی ہے پھر اللہ تعالیٰ انہیں تھام لیتا ہے اور وہ بچائے جاتے ہیں۔ جب ان پر کوئی آفت نازل ہوتی ہے تو اللہ کی جناب سے انہیں ایسا صبر عطا کیا جاتا ہے جو فرشتوں کو حیران کر دیتا ہے۔ پھر فضل نازل ہوتا ہے تو وہ (آفات سے) نجات دیئے جاتے ہیں۔"

(روحانی خزائن جلد 20۔ (اردو ترجمہ) تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقربین صفحہ 62)

"ان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کی گردنیں ہر بار امانت اٹھانے والے شخص سے زیادہ اللہ کی امانتوں کا بارِ گراں اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور ان کی گردنیں اس بوجھ سے خم نہیں کھاتیں بلکہ وہ (بارِ امانت) انہیں ایک خوبصورت لمبی گردن والی عورت کی طرح حسین کر دیتا ہے اور اس سے حسنِ استقامت جھلکتا ہے جو ایک کرامت ہی دکھائی دیتی ہے اور وہ اللہ کے حضور اور لوگوں میں بھی عزت دیئے جاتے ہیں۔"

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقربین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66)

"پس یہ اللہ کا اپنی خَلق پر عظیم فضل ہے کہ یہ (مقربین) مبعوث کئے جاتے ہیں اور یقیناً سب لوگ سنگلاخ زمین کی طرح ہیں اور یہ ان کی اصلاح کرتے ہیں اور جس نے انہیں کھو دیا وہ یتیم کی طرح ہے اور جس نے فطرت صحیحہ کو کھو دیا وہ ایسے بچے کی طرح ہے جس کی ماں نہ ہو اور جس نے ان دونوں کو کھو دیا وہ ایسے شخص کی طرح ہے جس کے ماں باپ (دونوں) مر گئے ہوں اور وہ بدبختوں میں سے ہے۔ پس مبارک ہو انہیں جنہیں سب سعادتیں دی جائیں اور وہ (ان کو) جمع کر لیتے ہیں۔"

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقربین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 68)

"ان کی ایک علامت یہ ہے کہ اللہ ان کے گھروں، کپڑوں، پگڑیوں، قمیصوں، چادروں، ہونٹوں، ہاتھوں اور پیٹھوں میں اور اسی طرح ان کے جملہ اعضاء بدنی میں، ان کے بچے کھچے ٹکڑوں اور اس پانی میں جو ان کے پینے کے بعد بچ جاتا ہے برکت رکھ دیتا ہے اور اُن کی کمزوری کے وقت اور اُس وقت جب وہ گرے پڑے ہوں وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اُن کی دعائیں قبول کرتا ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقربین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 70)

"وہ اپنے تئیں ایسا بنا لیتے ہیں جیسے شاخ دار درخت ہو کہ ہر طرف سے آنے والا بھوکا شخص ان کے پھل کھاتا ہے۔ کیا ہی اچھے مہمان اور کیا ہی اچھے میزبان ہیں۔ یہ لوگ حسن تام کے مالک ہیں اور بدی کو نیکی سے دور کرتے ہیں اور مخلوق کی خدمت کرتے ہیں اور جو انہیں ایذاء پہنچائے وہ اسے ایذاء نہیں پہنچاتے اور معذرت خواہ کی معذرت قبول کرتے ہیں اور جب کمینہ دشمنوں کی طرف سے ان پر سختیاں کی جائیں تو اس کے جواب میں وہ ان پر احسان کرتے ہیں اور وہ گالی کے جواب میں گالی دینے سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ اور وہ اپنے دشمنوں کے لیے اللہ کی طرف سے خیر، سلامتی، صحت و عافیت اور ہدایت کی دعا کرتے ہیں اور وہ اپنے سینوں میں کسی کے لیے بھی ذرہ برابر کینہ نہیں رکھتے اور وہ ان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں جو ان پر گندے الزام لگاتے اور حقیر جانتے ہیں۔ اور عاصی تک کو اپنی جماعت میں پناہ دیتے ہیں۔ پس اللہ ان پر ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اسے مقدم کرتے ہیں اور اس کے بندوں پر رحم کرتے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ اخلاص رکھتے ہیں۔حقیقتاً یہی لوگ ابدال اور اولیاء اللہ ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

ان کی تشریف آوری سے زمین کو برکت دی جاتی ہے اور لوگوں کو ان کے غموں سے نجات دی جاتی ہے۔ پس مبارک ہو ان لوگوں کو جو ان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اے میرے رب! تو مجھے ان میں شامل فرما اور میرا ہو اور میرے ساتھ ہو جا اس دن تک کہ جب لوگ اٹھائے جائیں اور پیش کیے جائیں۔ اے میرے رب! ان لوگوں پر جو میری دشمنی کر رہے ہیں گرفت نہ فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں پہچانتے اور نہ انہیں بصیرت حاصل ہے۔ پس اے میرے رب! اپنی جناب سے ان پر رحم کر اور انہیں ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما۔"

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقربین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 89-90)

دوسری طرف خدائی نور کے مظہر بننے والے ان خلفاء اور برگزیدوں کے مقابل کھڑے ہونے والے اور اس نور کے بجھانے کے درپے ہونے والوں کے عبرتناک انجام کا ذکر حضرت اقدس مسیح موعودؑ ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

"اب یہ بھی یاد رہے کہ بندہ تو حُسنِ معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ پر حد ہی کر دیتا ہے اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین و آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگر پچاس کروڑ انسان بھی اُس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا۔ اور محض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کے کلام میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس کے تمام درودیوار پر نور کی بارش کرتا ہے اور اُس کی پوشاک اور اُس کی خوراک میں اور اس مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا۔ اور ہر ایک اعتراض جو اس پر ہو اُس کا آپ جواب دیتا ہے۔ وہ اُس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اور اُس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اُس کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور اُس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔ وہ اُس کے دشمنوں کے مقابل پر آپ نکلتا ہے اور شریروں پر جو اُس کو دُکھ دیتے ہیں آپ تلوار کھینچتا ہے۔ ہر میدان میں اس کو فتح دیتا ہے اور اپنی قضاء و قدر کے پوشیدہ راز اس کو بتلاتا ہے۔ غرض پہلا خریدار اس کے رُوحانی حُسن و جمال کا جو حُسنِ معاملہ اور محبتِ ذاتیہ کے بعد پیدا ہوتا ہے خدا ہی ہے۔ پس کیا ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جو ایسا زمانہ پاویں اور ایسا سورج اُن پر طلوع کرے اور وہ تاریکی میں بیٹھے رہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 224)

منزہ ولی سنوری۔ بریمٹن کینیڈا

اطاعت خلافت کی برکات

نظام خلافت وہ بابرکت آسمانی نظام ہے جس سے مومنین کی فلاح اور کامیابی وابستہ ہے۔ یہ وہ حبل اللہ ہے جس کو مضبوطی سے تھامنا اور اس کی اطاعت کرنا بھی کامیابی کی کلید ہے۔

خلافت کے لغوی معنی نیابت اور جانشینی کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے لئے جو ان کی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہا جاتا ہے۔

وعدہ خلافت

قرآن کریم میں سورۃ النور آیت 56 میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ امت محمدیہ میں اعمال صالحہ بجالانے والوں میں خلافت قائم فرمائے گا۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (النور: 56) تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

اسی طرح سورۃ یونس آیت 15 میں ہے:

ثُمَّ جَعَلۡنٰکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لِنَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ (یونس: 15)

پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں جانشین بنادیا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

بس ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ خلافت کا نظام قائم فرما کر مومنوں کی دینی، تعلیمی، اخلاقی اور روحانی تربیت کا انتظام فرما دیتا ہے۔ خلیفہ وقت کے ذریعہ سے جماعت کی تنظیم کرتا ہے۔ انتشار سے بچاتا اور ایک لڑی میں پرو دیتا ہے۔ الغرض مومنین کو محبت و اخلاص کا وہ درس عظیم ملتا ہے جو خلافت سے وابستگی و اطاعت کے بغیر ناممکن ہے۔ اسی میں کامیابی و کامرانی ہے اور نسلوں کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ اور یہ راز اطاعت خلافت میں ہی مضمر ہے ورنہ تاریکی اور گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نور کی شمع کے گرد پروانے کی صورت میں ایک دائرہ میں جمع رکھے اور خلافت کا یہ دائرہ وسیع تر ہوتا جائے۔

خلفاء کی پیروی کا ارشاد نبوی

اطاعت خلافت کے ضمن میں ہم انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

اِنۡ رَأَیۡتَ یَوۡمَئِذٍ خَلِیۡفَۃَ اللّٰہِ فِی الۡاَرۡضِ فَالۡزِمۡہُ وَاِنۡ نُہِكَ جِسۡمُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ

ترجمہ: اگر تو اللہ کے خلیفہ کو زمین میں دیکھے گے تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا اگرچہ تیرا جسم نوچ دیا جائے اور تیرا مال چھین لیا جاوے

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 22916)

اسی طرح جامع ترمذی کی ایک حدیث ہے

عَلَیۡکُمۡ بِسُنَّتِیۡ وَسُنَّۃِ الۡخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیۡنَ الۡمُھۡتَدِیۡنَ

(جامع ترمذی کتاب العلم)

ترجمہ: اے مسلمانو! تم پر میری اور میرے خلفاء کی پیروی لازم ہے جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت دی جائے گی اور جس کی روشنی میں وہ مومنوں کی راہنمائی کریں گے۔

ان دونوں احادیث سے ہمیں خلافت کی اطاعت کا تاکیدی حکم ملتا ہے۔

اطاعت خلافت پر ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کامل اطاعت کا نہایت عمدہ بےمثال نمونہ تھے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت میں دل و جان سے لبیک کہا، جن کے بارہ میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہیں کہ ’’نور دین تو میری اس طرح اطاعت کرتا ہے جس طرح نبض دل کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلیفہ کی اطاعت اور اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں جس سے خلافت کی اطاعت اور برکات کا اندازہ ہوتا ہے ’’خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے چونکہ کسی انسان کے لیے دائمی بقا نہیں لہذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اعلیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تاقیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا ہے تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔‘‘

(شہادت القرآن 7، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

الغرض خلافت کی اطاعت ہی دنیا میں سب سے بڑا اور قیمتی خزانہ ہے اور اس سے چمٹ جانا ہی زندگی اور بقا کی ضمانت ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو اپنے درخت وجود کی سرسبز شاخیں قرار دے کر دراصل ہمیں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ دیکھو! میرے ساتھ اور میرے بعد میرے خلفاء کے ساتھ اگر تم نے پختہ تعلق رکھا اور اطاعت کا حق ادا کیا تو تب ہی تم سرسبز شاخیں کہلا سکو گے یعنی سرسبز و شاداب رہ سکو گے وگرنہ جو تعلق منقطع کرے گا وہ درخت کے زرد پتوں کی طرح انجام دیکھ لے اور عبرت پکڑے۔

خلفاء بھی ہر دور میں اطاعت خلافت کا درس دیتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک پرشوکت ارشاد دیکھتے ہیں۔ فرمایا ’’میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حبل اللہ کے ساتھ ہو... چاہیے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسی میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے تمہارے تمام ارادے اور خواہشات مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔ تیرہ سو سال بعد یہ زمانہ ہمیں ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آسکتا بس اس نعمت کا شکر ادا کرو۔ کیوں کہ شکر کرنے پر ازدیاد نعمت ہوتا ہے۔‘‘

(خطبات نور صفحہ 131)

چنانچہ انعام خلافت پر ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ ہمارے وجود کا ذرہ ذرہ بھی اگر سراپا شکر بن جائے تو ہم یہ حق ادا نہیں کر سکتے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اس نعمت کی قدر کریں اور اطاعت کے میدان میں بڑھتے چلے جائیں۔

آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جو وعدہ فرمایا کہ وہ ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا وہ بھی اعمال صالحہ بجالانے والوں کے لئے یعنی اطاعت گزاروں اور نیک بندوں کے لیے۔ یہ وعدہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد ان کے خلفاء میں دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ یہ خوف اجتماعی اور انفرادی رنگ میں دور ہوتا چلا آیا ہے اور قیامت تک ان شاء اللہ پورا ہوگا۔

جماعت میں لاکھوں افراد ہیں جن کا خوف خدا کے فضل سے سے خلیفہ وقت کی دعا سے دور ہوتا ہے۔ ناممکن حالات ممکنات میں بدل جاتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان انتہائی توکل اور یقین پر مبنی ہے:

غیر ممکن کو ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زور دعا دیکھو تو

یہ سب کچھ محبت الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر خلیفہ سے محبت و اطاعت کی بدولت ہے۔ خلافت ثانیہ کے دور میں جب احراری گروپ کی سازشوں نے زور پکڑا اور جماعت پر خطرناک ابتلاء اور خوف کے مقامات آئے، جب انہوں نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا اعلان کیا تو حضور یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برحق اعلان فرمایا ’’میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی دیکھ رہا ہوں‘‘ ساتھ ہی الٰہی منشا کے ذریعہ سے تحریک جدید کا اعلان فرمایا کہ قادیان کی آواز اب زمین کے کناروں تک پہنچے گی۔

الغرض اطاعت اور لبیک کے نتیجہ میں چشم فلک نے دیکھا کہ نہ صرف احرار ناکام ہوئے بلکہ اپنوں اور غیروں میں بھی ذلیل ہوئے اور جماعت کا خوف امن میں تبدیل ہوگیا۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں 1974ء کے واقعات سے کون واقف نہیں۔ خلیفہ وقت کے ہاتھ پر لبیک کہتے ہوئے جاں نثاروں نے جانیں قربان کر دیں لیکن جماعت کے مخالفین نے شجاعت، بہادری اور اطاعت کا عملی نمونہ دیکھا۔ گالیاں سن کر، تکالیف اٹھا کر بھی اپنے حوصلے بلند رکھے اور دشمن کو جواب نہ دیا۔ اطاعت کرتے ہوئے صبر کا بہترین مظاہرہ کیا اور جماعت دور دور تک پھیلتی چلی گئی۔ حتی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں افریقن ممالک میں احمدیت خوب زورشور سے پھیلی اور کافی حد تک ترقی نصیب ہوئی۔

پھر خلافت رابعہ کا دور آیا تو ہم نے ترقی کا ایک نیا چکر دیکھا۔ پاکستان کے حالات اس قدر مخالفت میں چلے گئے کہ حضور کو ملک سے ہجرت کرنا پڑی اور عاشقین خلیفہ نے لندن سے آنے پر خطبات کو اس قدر شوق اور لگن سے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے ساتھ نماز سینٹروں، مسجدوں یا گھروں میں اکٹھے ہو کر اپنی پیاس بجھانے میں مصروف عمل رہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ قابل دید منظر آج بھی نظروں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ نہ سردی دیکھتے نہ گرمی حضور کے پیغام کو سننے کی لیے بےچین روحیں سڑکوں پر لمبی لمبی قطاروں میں کھڑی رہیں کیوں کہ جب ایم ٹی اے کا آغاز ہوا تو حضور کے دیدار کرنے کی طلب عاشقین خلیفہ میں بھرپور نظر آتی تھی۔ الغرض آپ کے دور میں افریقہ، یورپ، ایشیا اور دنیا کے کونے کونے میں ایم ٹی اے کے ذریعہ جماعت کی آواز پھیلی اور خلافت سے وابستگی کے نظارے دیکھنے کو ملے اور خلافت دن بدن ترقی کرتی چلی گئی۔ اس کے بعد ہم موجودہ حضور کا زمانہ دیکھتے ہیں جن کے ساتھ ہم خلافت کی نئی صدی میں داخل ہوئے ہیں۔ احمدیت کی ترقی اور فتوحات کے اس دور کے بارہ میں حضور خود فرماتے ہیں ’’میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کے اللہ تعالیٰ کی تائیدات کے ایسے باب کھلے ہیں اور کھل رہے ہیں کہ ہر آنے والا دن جماعت کی فتوحات کے دن قریب دکھا رہا ہے...ان شاء اللہ کوئی نہیں جو اس دور میں احمدیت کی ترقی کو روک سکے اور نہ ہی آئندہ کبھی رکنے والی ہے خلفاء کا سلسلہ چلتا رہے گا اور احمدیت کا قدم آگے آگے بڑھتا رہے گا ان شاء اللہ۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی تا 7 اگست 2008 صفحہ 12)

ایک اور جگہ فرمایا ’’افراد جماعت خلیفہ سے بہت محبت رکھتے ہیں اور خلیفہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ سب خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ یہ باہمی محبت ہمیشہ رہے گی۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 11 تا 17 جولائی 2008ء صفحہ 10)

خلیفہ سے اطاعت و محبت

خلافت سے وابستگی اور اطاعت تبھی ممکن ہے کہ ہم خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہیں، ہر حکم کی بروقت تعمیل کریں، اس کے قدم پر قدم رکھ کر منازل طے کی جائیں۔ اطاعت کا پہلا زینہ یہ ہے کہ خلیفہ کی آواز کو سنیں۔ ہر وقت جستجو میں رہیں کہ ان کے لبوں اور زبان سے کیا نکلتا ہے اور بروقت عمل کے لیے تیار رہیں قرآنی الفاظ سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا کے الفاظ ہر وقت ذہن میں رکھیں اور اطاعت میں سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ تحریکات پر عمل کریں، مالی ہوں یا جسمانی یا روحانی ہوں ہر عمل پر بھرپور کوشش کو حرز جان بنالیں۔ تبھی کامیابی ہمارے قدم چومے گی اور جماعت کو ترقیات نصیب ہوں گی۔

اس سلسلے میں خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو۔ فرمایا ’’یاد رکھیں اگر یہ دعویٰ کیا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے تو پھر نظام جماعت جو نظام خلافت کا حصہ ہے اس کی بھی پوری اطاعت کریں۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 15 جولائی 2005ء)

معیار اطاعت

اطاعت کا اصل معیار یہ ہے کہ اپنی مرضی اور خواہشات کو خلیفہ کی مرضی اور خواہشات کے مطابق ڈھالا جائے۔ اپنی تدبیروں کو ان کے تابع کرنے سے ہی کامیابی میسر آتی ہے۔ اس سلسلہ میں ہم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمتہ اللہ کا ایک ارشاد دیکھتے ہیں: ’’یاد رکھو… ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔‘‘

(الفضل 15 دسمبر 1994ء بحوالہ نظام خلافت کی برکات صفحہ 45)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا ’’بیعت وہ ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔‘‘

(ماہنامہ الفرقان، ربوہ، خلافت نمبر، مئی/ جون 1967ء، صفحہ 28)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ’’خلیفہ استاد ہے اور جماعت کا ہر فرد شاگرد جو لفظ بھی خلیفہ کے منہ سے نکلے وہ عمل کے بغیر نہیں چھوڑنا۔‘‘ (روزنامہ الفضل قادیان 2 مارچ 1946)

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس پہلو کو کس انداز سے پیش کیا۔ فرمایا ’’ہر ایک کے لیے اپنا اطاعت کا معیار ماپنے کا یہ معیار ہے کہ کیا دل میں نور پیدا ہو رہا ہے؟ اطاعت سے روح میں لذت، روشنی آرہی ہے؟ اگر ہر ایک خود اس بات پر غور کرے تو وہ خود ہی اپنے معیار اطاعت کو پرکھ لے گا کہ کتنی ہے۔ کس قدر وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر رہا ہے؟

(خطبہ جمعہ 5 دسمبر 2014ء)

(الفضل انٹرنیشنل 12 جون تا 18 جون 2015ء صفحہ 11)

افضال

بیعت کے نتیجہ میں اور خلافت کی اطاعت کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے افضال و برکات کا نقشہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب ملاحظہ ہو:

عادت و اخلاق دلکش ہو گئے
جامع حسن و فضائل ہوگئے
نُور عرفاں ہو گیا مجھ کو نصیب
کور دل تھا صاحب دل ہو گیا
طاعت و اخلاص و استغفار سے
قلب مظلم شمع محفل ہو گیا
لَذّتِ طاعات میں رہتا ہوں محو
یار بِن اِک لحظہ مشکل ہوگیا
اب دُعائیں بھی لگیں ہونے قبول
فضلِ رَبّی جب سے شامل ہو گیا
حُبِّ قرآن عشق ختم المرسلینؐ
ہر رگ و ریشے میں داخل ہوگیا
دوستو! کیا کیا بتاؤں نعمتیں
اب تو گننا اُن کا مشکل ہوگیا
ہے ترقی ہر گھڑی انعام میں
خُلدِ دُنیا میں ہی حاصل ہوگیا

(بخار دل صفحہ 49-51)

احمدیت کے درخشاں سپوتوں کی اطاعت خلافت

آیئے! دیکھیں کہ ہمارے اسلاف نے اطاعت و فدائیت کے کیسے کیسے نمونے قائم کیے اور برکات حاصل کیں۔ اور صحابہ کرام کی طرح

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ یعنی خدا ان سے راضی ہوا اور وہ اپنے مولا سے خوش) کی راہوں پر چلے۔ اس سلسلہ میں مرزا افضل صاحب مربی سلسلہ کینیڈا نے اپنے درس القرآن مورخہ 28 مارچ 2020ء کے دوران اطاعت و فرمانبرداری کے مضمون کو بیان کرتے ہوئے دو خلفاء کی اطاعت کی بڑی پیاری مثالیں پیش کیں۔ فرمایا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا دور خلافت تھا۔ بنگلہ دیش کے حالات بہت خراب تھے۔ انہوں نے حضرت مرزا طاہر احمدؒ کو وہاں جانے کا حکم دیا۔ اس وقت آپ نے خلیفہ وقت کی اطاعت میں فوراً تعمیل کی اور ایئر پورٹ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو اعلان ہو رہا تھا کہ جہاز روانگی کے لئے تیار ہے۔ تمام سیٹ مکمل ہوچکی ہیں۔ باقی مسافر واپس چلے جائیں۔ یہ سنتے ہی وہاں کھڑے تمام لوگ چلے گئے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ وہاں ہی کھڑے رہے کہ مجھے تو خلیفہ وقت نے جانے کا حکم دیا ہے، یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ میں جانہ سکوں۔ ابھی آپ یہ سوچ ہی رہے تھے اور دعا میں مگن تھے کہ اعلان ہوا کہ صرف ایک مسافر کی سیٹ کی جگہ ہے وہ آجائے۔ چنانچہ آپ فوراً جہاز کی طرف دوڑے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے خلیفہ وقت کی اطاعت کی توفیق بخشی اور آپ بنگلہ دیش پہنچ گئے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ خدا نے انکو کتنا بڑا رتبہ دیا خود خلافت کے مقام پر کھڑا کر دیا سبحان اللہ۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت خلافت کا ایک دلچسپ واقعہ بیان فرمایا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنی آخری بیماری کے دوران سب کو ملاقات سے منع فرمایا ہوا تھا۔ ان کی بیماری کے سبب مرزا سفیر احمد صاحب نے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کو پاکستان سے بلا بھیجا۔ جب وہ خلیفہ رابع رحمہ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے گئے تو انہوں نے پوچھا آپ کیسے آئے فرمایا آپ کی تیمارداری کے لیے آیا ہوں فرمایا کہ واپس چلے جائیں۔ آپ اسی وقت خلیفہ وقت کی تعمیل میں اگلی فلائٹ سے واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے مرزا سفیر احمد صاحب سے دریافت کیا کہ ان کو کس نے بلایا تھا میں نے سب کو منع کیا ہوا ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ان کو آپ کے لیے بلایا تھا۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ان کو ہمیشہ اپنی اطاعت میں کامل پایا ہے اور اب بھی وہ میری اطاعت میں فوراً واپس چلے گئے ہیں۔ میں بھی حیران تھا کہ وہ کبھی بھی میری خلاف ورزی نہیں کر سکتے وہ کیسے آگئے تھے۔

سبحان اللہ! یہاں بھی ہم ایک خلیفہ کی اپنے خلیفہ بننے سے قبل کی اطاعت کا سبق دیکھتے ہیں اور خدا کا انعام آپ کی ذات مبارک پر۔ اطاعت ہو تو ایسی یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کو فرشتے بھی رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہوں گے۔

اب حضرت حافظ روشن علی صاحب کی ایک مثال دیکھتے ہیں ابتدائی زمانے میں اس بے شک حضور کے پاس کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا تھا جمعرات کی رات کو دھو لیتے اور جمعے کی صبح پہن لیتے ایک بار ایسا ہوا کہ سردیوں کی شدید سرد رات میں کپڑے دھو کر لٹکائے ہوئے تھے کہ مسیح پاک علیہ السلام کی طرف سے پیغام آیا کہ کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے گرداسپور جانا ہے ساتھ جانے کے لیے ابھی آجائیں۔ فدائی روشن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھا وہی گیلے کپڑے پہن لئے اور سردی سے بچاؤ کے لیے لحاف لپیٹ کر ساتھ ہولیا سبحان اللہ

(ستمبر 2005ء احمدیہ گزٹ کینیڈا)

اطاعت کی ایسی ایمان افروز مثالیں بے شمار ہیں یہ باتیں ہمیں دعوت عمل دیتی ہیں کہ ہم بھی ان سب دعوؤں کو سچ ثابت کر دکھائیں جو ہم ہر بات تجدید بیعت کے دوران دہراتے ہیں ہم میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ اے میرے آقا! میں آپ کے ہر حکم پر دل و جان سے آپ کی ہر خواہش پر سو جان سے قربان آپ کے ہر ارشاد پر پابندی کرنا ضروری سمجھوں گا دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا اللہ کرے ہم سب اپنے اس عہد کو پورا کرنے والے ہوں آمین۔

ہماری یہ اولین ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی اولادوں کو تلقین کرتے چلے جائیں ان میں بھی یہی روح اور جذبہ پیدا کریں جو ہمارے عمل سے ممکن ہے۔ آج کے بچے کل کے جوان ہیں جماعت کے علمبردار اور نمائندہ ہیں ان کے دلوں میں خلافت سے محبت پیدا کریں جسکا ایک عمدہ نمونہ حضور کی خدمت اقدس میں بار بار دعا کیلئے خطوط وغیرہ لکھنا۔ ایم ٹی اے دیکھنا کلاسوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا اور دعاؤں پر بھرپور توجہ دینا ہے اور یہ ہم والدین کی انتہائی ذمہ داری ہے کیونکہ زندہ قوموں کی یہی نشانی ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ان مقاصد کو سربلند رکھنے والی ہوں جن کے لئے ان کے آباء واجداد نے قربانیاں پیش کی ہیں۔ پیارے آقا ہمیں ہر وقت وقت جو ہدایات دیتے ہیں اس پر عمل کریں ضروری ہے کہ ہم خطبات جمعہ بہت باقاعدگی سے سنیں اور دعاؤں پر زور دیں۔

خلافت نے وہ حسن زندگی بخشا ہے دنیا کو
چمکتی ہے جمال پاک سے عالم کی پیشانی

عبدالحمید شوق

(الفضل 24 جنوری 1962ء)

دعا

محبت کے جذبے وفا کا قرینہ
اخوت کی نعمت ترقی کا زینہ
خلافت سے ہی برکتیں ہیں یہ ساری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری
الٰہی ہمیں تو فراست عطا کر
خلافت سے گہری محبت عطا کر
ہمیں دکھ نہ دے کوئی لغزش ہماری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

(صاحبزادی امتہ القدوس بیگم)

حرفِ آخر

نظام خلافت کی نعمت پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزاروں اور صالحین بندوں کے ساتھ اپنے وعدے کے مطابق خلافت کی جو ردا اپنے پیارے بندوں خلفاء نور دین ومحمود، ناصر و طاہر اور مسرور کے سروں پر قائم کی ہے جو غریبوں کے سر پر رحمت ہے تو ہمارے دلوں کی غذا ہے۔

بقیہ صفحہ 12 پر

سدرۃ المنتہیٰ۔ کینیڈا

خلافت سے وفا

ایک احمدی عورت کا نصب العین

جب خدا تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کیا اور نسلِ انسانی کا آغاز کیا تو ایک ایسے وجود کو بنانا ضروری سمجھا جو بے لوث محبت و شفقت اور خدائی رنگ اپنے اندر رکھتی ہو۔جس کی کوک میں دنیا کا مستقبل پروان چڑھ سکے۔ وہ صنف، وہ قوموں کی تربیت کی پاسبان ہے صنفِ نسواں۔

عورت: کبھی بیٹی، کبھی بہن اور کبھی ماں کی حیثیت سے تربیت اور معاشرے کو بہتر بنانے میں مصروف رہتی ہے۔ اور تو اور ماں جیسی شخصیت کے رنگ میں خدا تعالیٰ نے دنیا کی ترقی اور قوموں کی تربیت کا ایسا کلیدی مقام عطا کیا ہے جو کسی اور رشتہ اور جنس کو حاصل نہیں۔ پس یہ کہنا کہ عورتوں کی تربیت کرلی جائے تو آنے والی نسلیں بھی سنبھل جاتی ہیں ہرگز غلط نہ ہوگا۔

پس ہمارے پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے اس محسنِ انسانیت ﷺ کہ ذریعہ سے صنفِ نسواں کو اسکا کھویہ ہوا مقام اور اسکی ذمہ داریوں کو پھر سے اجاگر کیا۔ اور عورت کو یہ احساس دلوایا کہ خدا کے نائب ہونے کی حیثیت سے اپنی اور اپنی اولادوں کی روحانی پرورش اسکے زمہ ہے۔

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کہ ذریعہ سے انسانیت کی خستہ حالی پر رحم فرماتے ہوئے دنیا میں خلافتِ اسلامی کا نظام اپنے مندرجہ ذیل وعدہ کو پورا کرتے ہوئے پھر سے فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٥٦﴾ (النور:56)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

آیت استخلاف میں جن اعمال کو خدا تعالیٰ نے مومنین کی نشانی بتادیا ہے۔ ان میں کلی طور پر خدا کے بھیجے گئے کلام اور نبی کی پیروی کرتے ہوئے نیک اعمال بجالاتے چلے جانا ہے۔ اور نا صرف خود بلکہ اپنی اولادوں اور اپنے شوہروں اور اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو بھی اس راہ پر چلنے کی عملی تلقین کرنا ایک احمدی مسلمان عورت کی ذمہ داری ٹھہرتا ہے۔

لیکن بظاہر محض دو حکموں کا مشاہدہ جب ہم دوربینی نگاہ سے کرتے ہیں تو ہمیں اس میں پائے جانے والے بہت سے پہلو نظر آتے ہیں۔جن کی طرف ہمارے خلفاء وقتاً فوقتاً ہماری توجہ مرکوز کرواتے رہتے ہیں۔

احمدی عورتوں کو کیسا ہونا چاہیے؟ جلسہ سالانہ کہ موقعہ پر عورتوں کو نصائح کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’جب تک تم احمدیت کی تعلیم کو پورا نہیں کروگی احمدی کہلانے کی مستحق نہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ تم پوری احمدی بنو تا کہ اگر ایسا وقت آئے جب ہمیں خدا تعالیٰ کے دین کے لئے تم سے جدا ہونا پڑے تو تم ہمارے بچوں کی پوری پوری تربیت کرسکو۔ دنیا اِس وقت جہالتوں میں پڑی ہوئی ہے۔تم قرآن سمجھو اور خدا کے حکموں پر چلو۔‘‘ (اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 185)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ احمدی عورتوں کو انکا مقام یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اے احمدی خواتین! میں تم سے توقع رکھتا ہوں، خدا کا رسول تم سے یہ توقع رکھتا ہے، اس رسول ﷺ کا خدا تم سے توقع رکھتا ہے کہ تم اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ مرد تمہیں کیا کہتے ہیں اور ہر ایک نیکی کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ نئی فتوحات حاصل کرو یہاں تک کہ تمہارے مردوں میں بھی غیرت جاگ اٹھے اور وہ بھی دین کی حمیت میں اور دین کے دفاع میں تم سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ اگر تم ایسا کرو تو ہندوستان چند صدیوں کی بات نہیں چند دھاکوں میں اسلام کے قدموں میں پڑا ہوگا۔ اور اس فتح کا سہرا تمہارے سر لکھا جائیگا۔ اے احمدی خواتین! تمہارے سر پر اس کا سہرا ہوگا۔ اے احمدی خواتین! کوئی مرد دلہا اس سہرے کا حقدار نہیں یہ احمدی دولہنیں محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی خاطر نیکیوں سے سجی ہوئی دلہنیں ہیں جن کے سر اس فتح کا سہرا باندھا جائیگا۔ خدا کرے کہ آپ کو بھی یہ سہرا نصیب ہو اور مردوں کو بھی یہ سہرا نصیب ہو۔‘‘

(خطاب 27 دسمبر 1991 از کتاب اوڑھنی والیوں کی لئے پھول صفحہ 263)

احمدی مائیں خلافت سے وفا دِلوں میں کیسے ڈال سکتی ہیں؟

خاکسار نے اپنی والدہ اور بزرگان سے جن چند باتوں کو سیکھا ہے اسکا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہے۔ اور اس میں سب سے اہم ایک واقعہ میری اپنی زندگی کا ہے جو مختصر طور پر یہاں لکھتی ہوں:

ہم 4 بہن بھائی ہیں اور ہمارے والد ہمارے بچپن میں بیرونِ ملک ہوا کرتے تھے۔ اور میری والدہ نے اکیلے ہم بچوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ گھر اور باہر کے تمام کام اور ذمہ داریاں بھی پوری کیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک احمدی عورت ہونے کے ناطے انہوں نے ہماری دینی تعلیم پر بھی خوب زور دیا۔ اس زمانہ میں ہمارے گھر ڈش اینٹینا کی سہولت نہیں ہوا کرتی تھی اور ہر جمعہ کو ہماری والدہ ہم چاروں بچوں کو لے کر ہماری صدر صاحبہ کہ گھر خلیفہ وقت کا لائیو خطبہ جمعہ سنوانے لے کر جایا کرتی تھیں۔ اور مجھے یاد ہے کہ ہم بچوں کو یہ پتہ تھا کہ کچھ ہوجائے ہم کسی صورت میں بھی خطبہ کو نہیں مِس کر سکتے۔

اس ایک چھوٹی سی عادت نے ہم بچوں کے دل میں خلیفہ وقت کا دیدار پاکر اور انکی باتیں سن سن کر خلافت کا مقام ہمارے دِلوں میں ایسا نقش کر دیا۔ کہ میری ہر ہر سانس میں خلافت سے محبت ٹھاٹھیں مارتی ہے۔ اور میری رگ رگ میں میرے پیارے امام کی اطاعت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور میرے کم سمجھ دماغ میں یہ ایک احمدی عورت کی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ خلافت سے ایسی بے لوث محبت اور اطاعت کا عملی ثبوت اپنی اولاد اور اردگرد پائے جانے والے ہر انسان کے سامنے پیش کرے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کبھی ہماری نسلیں اس حبل اللہ کا دامن چھوڑیں۔ ان شاءاللہ

اختتامیہ

پس آج خلافت کے آسمانی نظام سے پختہ طور سے جڑ جانا ہی ایک احمدی عورت کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اور اس ذمہ داری کو پورا وہ تب ہی کرسکتی ہے جب وہ خلیفہ وقت کے کہے ہوئے ہر ہر لفظ کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنالے۔

آخر پر میں اس مضمون کا مغز جو کہ ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدی عورت کو اسکے مقام، ذمہ داری اور خلافت کی اس سے امیدوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا پیش کرتی ہوں آپ فرماتے ہیں:

’’ایک روایت میں ہے کہ غزوہ احد میں حضرت امِّ عمارہ رضی اللہ عنہما کے جسم پر بارہ زخم لگے تھے اور علامہ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ غزوہ احد کے بعد انہوں نے بیعتِ رضوان میں، جنگِ خیبر اور دوسری جنگوں میں شرکت کی اور ایک روایت میں ہے کہ فتح مکّہ کے وقت بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں۔حضرت امِّ عمارہ کا جراتمندانہ فعل اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تھا، رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لئے تھا، اسلام کی خاطر قربانی کرنے کے لیے تھا۔ آج بھی احمدی عورتوں نے اس زمانے کی مناسبت سے اس مقصد کے حصول کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ اور صبر کے نمونے دکھائے ہیں اور دکھارہی ہیں۔ اس زمانے میں اگر جنگ کے حالات ہوں تو احمدی عورت کو وہ نمونے دکھانے پڑے تو وہ بھی دکھائے گی انشاءاللہ اور پیچھے نہیں رہے گی۔‘‘

(جلسہ سالانہ برطانیہ 2007 مستورات سے خطاب)

خدا تعالیٰ کرے کہ ہم اپنے امام کی ہر آواز پر لبیک کہنے والی اس اُمِّ عمارہ کی مانند بن جائیں جس نے جرات وبہادری میں مردوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ اور خلافت کی جانب اٹھنے والے ہر شر کو کچل دیں اور خلافت کے حقیقی بازو بن جائیں تا ہماری نسلیں بھی اس حصارِ عافیت کی پناہ میں آجائے۔ آمین

سیّدی مرشدی تو سلامت رہے، تا قیامت رہے
تیرے دکھ اور غم ہنس کہ جھیلیں گے ہم، تو سلامت رہے

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

بقیہ: اطاعت خلافت کی برکات... از صفحہ 11

امن بخش کر خوف سے جدا کرتی ہے ہمارے دل وجان اور اولاد ان سب پر قربان ہیں اللہ کرے ہمیں خلافت کی یہ سعادت ہمیشہ ملی رہے اور ہم اس سے بھرپور مستفیض ہوتے رہیں۔ خلافت کے دم سے جماعتیں منظم ہیں۔ مجالس کی دوڑیں ہیں۔ نمائش، ریلیاں اور کھیلیں ہیں۔ تنظیموں کی یہ تمام سرگرمیاں خلافت کی بدولت ہیں۔ چمن کی یہ بہاریں اور محبتیں چاہتیں کی خلافت کی ہی رونقیں ہیں خدایا ہمارے دلوں میں کبھی بھی عداوتیں نہ آئیں بلکہ ہم بھرپور اطاعت سے زمین کے کناروں تک اس کو پھیلاتے چلے جائیں تا دین حق کا ڈنکا جابجا بجتا چلا جائے۔ سارے جہان میں تراجم قرآن پھیل جائیں۔ اور قرآنی انوار سے دلوں کو سارے جہانوں میں روشنی ملے ترقی کا یہ راستہ دن بدن پھیلتا پھولتا رہے اور ہم خلافت کے زیر سایہ پروان چڑھتے چلے جائیں اطاعت کی منزلیں طے کرتے ہماری نسلیں شاد و آباد رہیں اور خدا تعالیٰ ہمارے پیارے آقا کو خلافت کے پرچم کو سرسبز اور لہلہاتا ہوا دیکھیں اور ترقیات اور فتوحات نصیب ہوں۔ آمین ثم آمین

روشن خدا نے کی تھی ازل سے جو شمع نور
مسرور میں بھی روشنی آئی یہی تو ہے
اسلام کے عروج کا رستہ یہی تو ہے
نور نبی نے راہ دکھائی یہی تو ہے

مبشر احمد ظفر

خلفائے احمدیت کا کارواں ۔۔۔ پیار و محبت کا بحرِ بیکراں

نظامِ خلافت کی ان گنت نعمتوں میں سے ایک نہایت ہی پیاری نعمت خلیفۂ وقت کا پیارا وجود ہے۔ جو ساری جماعت کے لئے ہر وقت دعا گو رہتا ہے۔ جو ہر دکھ درد میں ان کا سہارا بنتا ہے اور ہر خوشی میں ان کے ساتھ برابر کا شریک ہوتا ہے۔ خلیفہ کا وجود احباب جماعت کے لئے ایک رووٴف و رحیم اور شفیق باپ کی طرح ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام بارہا فرما چکے ہیں۔

’’خلیفہ اور جماعت در اصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں‘‘

اس لئے ہر احمدی یہی سمجھتا ہے کہ حضور پرنور سب سے زیادہ پیار مجھ سے ہی کرتے ہیں۔ خلیفہ ایک پاک اور مطہر وجود ہوتا ہے جو بھی اس سے تعلق جوڑ لیتا ہے وہ تقویٰ کے رنگ میں رنگین ہوتا چلا جاتا ہے۔ آج خلافت کے سائبان کی چھاؤں سے اک جہاں فیضیاب ہو رہا ہے۔ آپ کی صحبت و مجلس میں بیٹھنے سے اور آپ کی زیارت اور درشن کرنے سے انسان کے اندر ایسی غیر معمولی تبدیلی واقع ہوتی ہے جس سے اس کا شمار خدا کے برگزیدہ بندوں میں ہونے لگتا ہے۔ الغرض جسے ایک دفعہ خلیفۂ وقت کے پیار و محبت کا چسکا پڑ جائے وہ کبھی خواب میں بھی جدائی کا نہیں سوچ سکتا۔ اس کا لطیف احساس ایک حسین یاد اور پیاری دعا کا روپ دھار لیتا ہے

نوروں نہلائے ہوئے قامتِ گلزار کے
پاس اک عجب چھاؤں
میں بیٹھے رہے ہم یار کے پاس
یونہی دیدار سے بھرتا رہے کاسۂ دل
یونہی لاتا رہے مولا ہمیں سرکار کے پاس

کہاں چپڑاسی حاکم دین اور کہاں نور الدین اعظم

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانے کا واقعہ ہے کہ چوہدری حاکم دین صاحب بورڈنگ کے ملازم تھے ان کی بیوی پہلے بچّہ کی ولادت کے وقت تکلیف میں تھی۔ چوہدری صاحب نے حضرت صاحب سے زچگی کا ذکر کر کے دعا کی درخواست کی۔ حضور فوراً اُٹھے اندر سے جا کر کھجور لائے اور اس پر دعا کر کے دے دی نیز فرمایا اپنی بیوی کو کھلا دیں اور جب بچّہ ہو جائے تو مجھے بھی اطلاع کر دیں۔

چوہدری حاکم دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ کھجور کھلانے کے تھوڑی دیر بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچّی کی ولادت ہوئی۔ رات بہت دیر ہو چکی تھی۔ اس لئے حضور کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ نمازِ فجر میں حاضر ہو کر حضور کو ولادت کی اطلاع دی تو اس پر حضرت صاحب نے فرمایا۔

’’میاں حاکم دین! بچّی کی ولادت کے بعد تم اور تمہاری بیوی آرام سے سو گئے۔ اگر مجھے بھی اطلاع کر دیتے تو میں بھی سو رہتا۔ میں تو ساری رات جاگتا رہا اور تمہاری بیوی کے لئے دعا کرتا رہا۔‘‘

چوہدری حاکم دین صاحب یہ واقعہ بیان کر کے بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے۔ ’’کہاں چپڑاسی حاکم دین اور کہاں نور الدین اعظم‘‘

(نظامِ خلافت کی برکات اور ہماری ذمہ داریاں صفحہ 28-29)

جماعتِ احمدیّہ کے دوسرے پیارے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعودؓ رضی اللہ عنہ کا اپنی جماعت سے دلی لگاؤ اور تعلق کا اظہار انہی کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

تمہارے لئے ایک شخص محبت رکھنے والا ہے مگر اُن کے لئے ایسا کوئی نہیں آپ اپنی پیاری جماعت کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

’’تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا مگر اُن کے لئے نہیں ہے۔ تمہارا اُسے فکر اور درد ہے۔ وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے۔ لیکن اُن کے لئے ایسا کوئی نہیں۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اُس کو چین نہیں آتا لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں؟‘‘

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 156)

لو فاطمہ! یہ آپ کا تکیہ ہے

حضرت مصلح موعودؓ کی خادمہ محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں۔

’’ایک دفعہ میں نے غلطی سے رات کے وقت حضور کا تکیہ سرہانے رکھ کر سوگئی۔ بچوں نے حضور کے پاس شکایت کر دی۔ اب میں ڈری کہ نہ معلوم حضور مجھے کیا سزا دیں گے؟ حضور نے اسی وقت اپنے دفتر کو آرڈر دیا کہ آج شام سے پہلے ایک نیا تکیہ پیش کیا جائے۔ شام کو حضور نے مجھے اپنی بیگمات کے سامنے بلایا اور کہا لو فاطمہ یہ آپ کا تکیہ ہے۔ میں حضور کی شفقت اور ہمدردی سے بہت خوش ہوئی اور خُدا کا شکر ادا کیا۔‘‘

(ماہنامہ خالد سیّدنا مصلح موعودؓ نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 252)

جماعت کے تیسرے پیارے امام حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی قلبی کیفیات اور دلگداز دعاؤں کا تذکرہ بھی ہدیہ قارئین ہے۔

اے خُدا! جو مجھے خط نہیں لکھ سکے اُن کی مرادیں بھی پوری کر دے

آپ فرماتے ہیں:

’’آپ میں سے ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اتنا پیار پیدا کیا ہے کہ آپ لوگ اُس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ بعض دفعہ میں جماعت کے افراد کے لئے یُوں دعا کرتا ہوں۔ اے خُدا! جو مجھے خط لکھنا چاہتے تھے لیکن سستی کی وجہ سے نہیں لکھ سکے اُن کی مرادیں پوری کر دے۔ اے خُدا! جنہوں نے مجھے خط نہیں لکھا اور نہ اُنہیں خط لکھنے کا خیال آیا اگر اُنہیں کوئی تکلیف یا کوئی ضرورت ہے تو اُن کی تکلیف کو بھی دور کر دے اور حاجتیں بھی پوری کر دے۔‘‘

(نظامِ خلافت کی برکات اور ہماری ذمّہ داریاں صفحہ 28)

ایسی محبت تو میں نے جسمانی باپوں میں بھی نہیں دیکھی

محترم ثاقب زیروی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دورِ خلافت کا دلگداز واقعہ تحریر کرتے ہیں۔

مجلس تحفظ ختمِ نبوت سرگودھا نے رسالہ لاہور کے پرنٹر میاں محمد شفیع صاحب عرف م ش اور میرے خلاف ہتک عزّت کا مقدمہ دائر کر رکھا تھا۔ ہم پیشی کے دن سے پہلے کی رات کا کھانا حضرت صاحب کے ساتھ ربوہ میں کھایا۔ کھانے کے بعد حضور نے فرمایا: ’’آپ بہت جلد بری ہو جائیں گے۔‘‘

اس پر میاں محمد شفیع صاحب نے مجھے کہا بری تو ہو جائیں گے مگر تین سال بعد۔ کیونکہ میرے خیال میں حضرت صاحب کو ہمارے عدالتی طریق کار کا علم نہیں ہے۔ میں نے کہا مجھے لگتا ہے حضور نے ایسا القاء کی بناء پر فرمایا ہے۔

چنانچہ جب ہم سرگودھا کی عدالت میں پہنچے تو سرگودھا بار کے چیئرمین ملک محمد اقبال صاحب نے بار کے سب وکلاء کو مخاطب کر کے کہا:

’’کتنی بدقسمتی ہے تحریکِ پاکستان کے دو جیّد کارکنوں کے خلاف جھوٹا مقدمہ سرگودھا کی عدالت میں ہو۔ اگر ایسا ہوا تو ہم عدالت کو مستغیث کی حیثیت و شخصیت کے بارہ میں بھی بتائیں گے۔‘‘

اس بیان پر مستغیث نے مقدمہ واپس لے لیا اور مجسٹریٹ نے ہم دونوں کو باعزّت بری کر دیا۔ جب ہم سہ پہر کو واپس ربوہ پہنچے تو حضور ننگے سر ٹہل رہے تھے۔ دیکھ کر فرمایا لگتا ہے آپ کھانا کھا آئے ہیں۔ میں نے اور بیگم صاحبہ نے ابھی کھانا نہیں کھایا۔ جب حضور کو بتایا کہ ہم باعزت بری ہو گئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا آپ بیٹھیں میں شکرانے کے نفل پڑھ کر آتا ہوں۔

تب میاں محمد شفیع صاحب دھاڑیں مار کر رونے لگے پوچھنے پر بولے۔

’’مجھ پر تو آج یہ راز کھلا ہے کہ تم لوگ اپنے امام کے اس قدر فدائی کیوں ہو؟ وہ تو تم سے بھی زیادہ بیقرار ہے۔ ایسی محبت تو میں نے جسمانی باپوں میں بھی نہیں دیکھی۔‘‘

(ماخوذ از تجربات جو ہیں امانت حیات کی صفحہ 222-223)

خلیفہ تو جماعت کے افراد سے اُن سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہے

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام بیت الفضل لندن اپنی ایک تقریر میں خلافت رابعہ کے دور کا ایک دلنشین واقعہ بیان کرتے ہیں کینیڈا کے ایک پروفیسر ڈاکٹر (Gualtier) صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے پہلی بار ملنے آئے تو ملاقات کے بعد انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار یُوں کیا۔

’’احباب جماعت کی اپنے خلیفہ سے محبت اپنی جگہ لیکن میں اس یقین کے ساتھ واپس لوٹا ہوں کہ جماعت کا خلیفہ اپنی جماعت کے افراد سے اُن سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہے۔‘‘

کیا سچّی بات اس پروفیسر نے کہی۔ ماں سے زیادہ محبت کرنے والا وجود کسی نے دیکھنا ہو تو خلیفۂ وقت کے وجود میں نظر آتا ہے۔ عالَمِ احمدیت سے باہر یہ نعمت آج کسی اور کو نصیب نہیں ہے۔

(نظامِ خلافت کی برکات اور ہماری ذمّہ داریاں صفحہ 26-27)

چلو! آج میں آپ سے تبرک لے لیتا ہوں

حضورؒ کے پیار کرنے کے انداز بھی انوکھے اور منفرد ہوتے ہیں۔ خود راقم الحروف نے ایم ٹی اے پہ اردو کلاس میں یہ روح پرور نظارہ دیکھا۔ اردو کلاس کے اختتام پر بچے آئس کریم کھا رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بچوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک بچّی کی آئس کریم کے کپ سے ایک چمچ لیتے ہوئے پیار سے فرمایا ’’چلو آج میں آپ سے تبرک لے لیتا ہوں۔‘‘

اِس پر اُس بچّی کے چہرہ پر جو خوشی کے تاثرات تھے وہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ قلم کو بیان کا یارا نہیں ہے۔

میں پوری چیز لینے کا عادی ہوں

پیارے حضور کے پیار میں ایسی زبردست مقناطیسی

بقیہ صفحہ 16 پر

ذیشان محمود۔ سیرالیون

ایک اور کربلا تیار ہے۔۔۔

28؍ مئی کے شہداء کو نذرانہ عقیدت

جمعہ کا بابرکت دن تھا، تپتی دوپہر میں سخت دھوپ و گرمی کی پروا کئے بغیر جماعت مومنین کا ایک گروہ ہفتہ وار اجتماعی عبادت یعنی نمازِ جمعہ کے لئے خانۂ خدا میں داخل ہو رہے تھے، کوئی اپنے بوڑھے باپ کے ہمراہ کوئی بھائی تو کوئی چھوٹے بچوں کے ہمراہ۔ بڑے اِس آس میں کہ باقی ماندہ زندگی بھی خیر و خوبی گزرے اور وہ اپنی نسل کی بقا کے لئے بارگاہِ ایزدی میں گریہ کناہ ہوں۔ نوجوان اس آس میں کہ وہ اپنے مستقبل کی تابندگی کی دعا کریں۔ اور بچے خاموش تربیت کے ماحول سے گزرتے ہوئے معصومانہ خواہشات کا سمندر لئے باوضو نوافل اور سنن کی ادائیگی میں مصروف تھے۔

محرم کا مہینہ نہیں تھا لیکن کچھ دیر میں یہاں کرب و بلا کا میدان سجنے والا تھا، آہ و فغاں کی سسکیوں سے لبریز دعائیں بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے والی تھیں۔ درود و سلام کی آوازیں دلوں کو گرمانے اور عرش الٰہی کو لرزانے والی تھیں۔ دوسری جانب حق کے دشمن ایک بار پھر اپنے ہی دین پر قائم دوسری معصوم جانوں کا ناحق خون بہانے والے تھے۔

جس وقت یہ معصوم اس انہونی سے انجان خدائے واحد و یگانہ سے تعلق میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز تھے، اسی وقت دشمن زمانہ بھی گھات لگائے بیٹھا تھا۔ کربلا کا میدان قائم کرنے کے لئے دشمن کا بڑا ہتھیار ہی پیٹھ میں وار کرنا ہے۔ زمانہ کی جدت کے ساتھ بھی دشمن کے یہ اطوار نہیں بدلے ہیں، اب بھی وہ گھات لگا کر معصوم جانوں پر حملہ کر دیتا ہے۔ تاریخ ہمیں کئی واقعات کی دہائی دیتی ہے۔

یہ 28؍ مئی 2010ء کا دن تھا جب لاہور کے علاقے گڑھی شاہو میں احمدیہ بیت الذکر (الموسوم دار الذکر) اور بیت النور ماڈل ٹاؤن میں خدا کے سامنے سجدہ ریز بزرگوں، جوانوں اور بچوں کی معصوم جانوں پر جھاگ کی مانند جھوٹی دینی حمایت کا جوش لئے مسلح افراد نے فردوس بریں کے جھوٹے وعدوں کے مغالطہ میں حملہ کر دیا اور جہنم کی راہ ہموار کر لی۔

یزیدی لشکر کے بچے کچے ان نام نہاد مسلمانوں کی جھوٹی غیرت پر معصوم لوگ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے قربان ہو گئے کیونکہ جب کربلا قائم ہوتی ہے تو نہتے معصوم لوگوں کے پاس اپنے عقیدہ کی خاطر جان دینے کے علاوہ چارہ نہیں ہوتا۔ کربلا صرف وہ نہیں جو 1400 سال پہلے ایک واقعہ ہوا۔ کربلا ہر زمانہ میں ہر اس شخص نے قائم کی جو جھوٹی انا اور خواہش لئے ناحق کو جبرا حق بنانا چاہتا تھا۔

ہر زمانہ میں ایسے ناہنجار ظالم حکمرانوں نے صرف معصوم افراد کو زیرِ دست رکھنے کے لئے یا اپنے غلط عقائد زور بازو سے رائج کرنے لئے ایسا ماحول پیدا کیا کہ سعید اور مومن روحوں کے پاس اصحاب کہف بننے کے سوا چارہ نہ تھا اور جس کے عقیدہ کا انہیں معلوم ہو جاتا اس کے پاس اپنے عقیدہ پر قائم رہنے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑتا۔

وقف حبیب ہی گو ہے سرمایہ حیات
عہد وفا کے پھر بھی تقاضے بڑھے ہوئے
رنگین کر دے نازؔ تو پھر داستان عشق
مدت ہوئی منصور کو سولی چڑھے ہوئے

(محمد الدین نازؔ)

ایسا ہی کچھ ایک دہائی قبل اسلام کے نام پر حاصل شدہ مملکت میں سرکاری مسلمان کا ٹیگ لگائے ہوئے ان یزیدی فوج کے اہلکاروں نے کیا۔ نماز پڑھنے آئے غیر مسلح نمازیوں پر آتشیں اسلحہ کے زور پر حملہ کر دیا۔ ہر عمر کے قریباً یک صد افراد کا اس میدان کرب و بلا میں اسی طرح خون بہایا گیا جیسے کربلا کے میدان میں جماعت مومنین کا ناحق خون بہایا گیا تھا۔

اس میدانِ کارزار کا آسمان بھی گواہ ہے اور زمین نے بھی گواہی دی کہ نہ اُس وقت کسی نے شہداء کی زندہ روحوں پر کوئی آنسو بہایا اور گریبان چاک کیا اور نہ پندرہ صدیوں بعد اس خون و کشت کے بازار میں کسی نے کوئی پرسہ بلند کیا ہو۔ یہ ہے شان غازیانِ کربلا کی کہ دشمن کو سینہ تان کے دکھا دیا کہ ایک ہم ہیں جو دین محمدؐ کی حفاظت میں جان دینے والے ہیں اور ایک تم ہو جو دین محمدیؐ کو بالائے طاق رکھ کر کی اپنی انا اور ذاتی مفاد کو ترجیح دے رہے ہو۔

فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُهُمۡ وَمَا كَانُوۡا مُهۡتَدِيۡنَ

(البقرہ: 17)

پس ان کی تجارت نے ان کو نفع نہ دیا اور وہ ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوئے۔

دشمن کی بھول ہوتی ہے کہ اس کا مکر بہتر ہے مگر مقابل پر خیر الماکرین کا دم بھرنے والے سینہ سپر ہوتے ہیں۔ کربلا کا ہر میدان اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ جیسے یزیدی طاقتیں پہلے ناکام و نامراد ہوئیں اسی طرح اس زمانہ میں بھی حق کا بول بالا ہوگا۔ مولانا محمد جوہر کہتے ہیں۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ قربانیاں رائیگاں نہیں گئیں۔ بلکہ کھاد کی مانند احمدیت کی روز افزوں ترقی میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ دشمن میدان کربلا میں حق کو شکست کھاتا دیکھ کر اپنے زعم میں بانیلِ مرام لوٹتا ہے۔ لیکن وہ خود اس عشق و وفا کے ان کھیتوں کی مٹی کو خون سے سینچے جانے کے لئے چھوڑ آتا ہے۔ اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اب ہی تو اسلام کو کھاد فراہم کی گئی ہے۔ اب جو پھل اور پھول پنپیں گے وہ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِي السَّمَآءِ کا مصداق ہوں گے۔

پس آج ہمارا فرض ہے کہ آئندہ یزیدیت کی روح کو ختم کرنے کے لئے اور حق کے قیام کی خاطر نکلیں۔ گو جہاں یزیدیت وہاں کربلا ہوگا۔ لیکن اپنا عقیدہ اور عزم دونوں کو مضبوط دکھانا ہوگا۔ پھر بے شک حق کے پرچار کو روکنے کے لئے جتنے میدانِ کربلا سجائے جائیں، جیت ہمیشہ حق کی ہوگی۔ تو عزم کریں اور توحید کے قیام اور خدا کے حقیقی پیغام کو دنیا کو بتانے کے لئے نکلیں کیونکہ یہ میدان خالی ہے اور ایک اور کربلا تیار ہے۔۔۔

وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید۔ پرائیویٹ سیکرٹری لندن یہ اطلاع دیتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 14 مئی 2022ء بروز ہفتہ دوپہر 12بجے اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر ایک نماز جنازہ حاضر اور چند نماز جنازہ غائب پڑھائے۔

نماز جنازہ حاضر

مکرمہ رضیہ بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم ناصر احمد ناصر صاحب مرحوم (لاٹھیاں والا فیصل آباد۔ حال واٹنڈز ورتھ ٹاؤن۔ یوکے)

8/مئی 2022 کو 67سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ پنجگانہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار اور باقاعدگی سے تلاوت قرآن کریم کرنے والی ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ پاکستان میں جماعتی مہمانوں کی خدمت اور تواضع بڑے شوق سے کرتی تھیں۔ مرحومہ بڑی نڈر داعی الی اللہ تھیں۔ آپ کے مرحوم شوہر کو مخالفت کی وجہ سے مقدمات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

نماز جنازہ غائب

1۔ مکرم عبد القیوم صاحب ابن مکرم عبد الرشید مرحوم

23/اپریل 2022 کو 66سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ کے والد کے نانا حضرت مولا بخش صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ مرحوم نے ٹنڈوالہ یار میں جماعت کے باقاعدہ قیام اور اُس کی ترقی میں ایک بنیادی کردار ادا کیا۔ جماعتی مرکز کی تعمیر سے قبل اکثر جماعتی پروگراموں کا انعقاد آپ کے گھر پر ہی ہوا کرتا تھا اور مرکزی مہمانان بھی اکثر ادھر ہی آیا کرتے تھے۔ آپ نے ٹنڈوالہ یار میں قائد مجلس، صدر جماعت اور زعیم انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ قرآن کریم کی تلاوت بہت شوق سے کیا کرتے تھے اور اپنے تمام بچوں کو اس کی بار بار نصیحت بھی کرتے تھے۔ مرحوم بہت مخلص، شفیق اور ہمدرد انسان تھے۔ خلافت اور نظام جماعت کے لئے بہت غیرت اور محبت کے جذبات رکھتے تھے۔ مرحوم کو کبھی کسی غیر احمدی اہل محلہ سے ناراضگی یا غصہ سے بات کرتے نہیں دیکھا گیا بلکہ جن لوگوں کے بچے احمدی گھروں پر پتھر مارتے تھے اُن کے والدین کی مشکل وقت میں مدد اور راہنمائی بھی کرتے رہے جس کا شریف النفس لوگوں پر بڑا اثر تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ آپ مکرم کوثر جمیل صاحب مربی سلسلہ (نیامے نائیجر) کے چچا اور سسر تھے۔

2۔ مکرم عبد الرشید ارشد صاحب

15/دسمبر 2021 کو 78 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم نے دفتر وصیت صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں تقریباً 18 سال خدمت کرنے کے علاوہ اپنے محلہ دارالعلوم شرقی حلقہ نور میں صدر محلہ کے علاوہ سیکرٹری مال، سیکرٹری تحریک جدید اور سیکرٹری رشتہ ناطہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ بہت دعاگو، متوکل علی اللہ، بلند ہمت، کم گو، سادہ مزاج، عاجز اور خلافت کے شیدائی ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔

3۔ مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب ابن مکرم محمد حسین صاحب (کینیڈا)

16/مارچ 2022 کو 78 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ کا تعلق دھیر کے کلاں ضلع گجرات سے تھا۔ آپ کے دادا حضرت چوہدری علی محمد صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ آپ ایک مخلص احمدی ہونے کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کے مالک، انتہائی شریف النفس انسان تھے۔ چندوں میں ہمیشہ باقاعدہ رہے۔ جماعتی اور تنظیمی سطح پر مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ لمبا عرصہ قائد مجلس خدام الاحمدیہ اور جماعتی آڈیٹر رہے۔ آپ پاکستان میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی پوسٹ سے ریٹائر ہوئے۔ اپنے اور غیر دونوں آپ کی ایمانداری کی گواہی دیتے تھے۔ اپنی بیماری کے ایام انتہائی صبر اور دعاؤں کے ساتھ گزارے۔ جماعتی عہدیداران، مربیان اور واقفین زندگی اور بزرگان کا بہت احترام کرتے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ڈاکٹر فاتح الدین احمد صاحب واقف زندگی ہیں اور آجکل احمدیہ مسلم ہسپتال کینیما (سیرالیون) میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

ادارہ الفضل آن لائن ان تمام مرحومین کے لواحقین سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

درخواست دعا

مکرم میاں مظفر الحق ظفر نمائندہ روزنامہ الفضل سڈنی آسٹریلیا دعا کی درخواست کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

خاکسار کے پیارے بھانجے مکرم عبد السلام شہید ایل پلاٹ اوکاڑہ کے والد محترم ماسٹر منور احمد طارق صدر جماعت ضلع اوکاڑہ پاکستان گردہ میں پتھری کی وجہ سے علیل ہیں اور لاہور کے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں آپریشن ہوا ہے جو کہ اللہ کے فضل سے کامیاب رہا ہے۔ ڈاکٹرز نے گردے کی نالیوں کی بندش ختم کرنے کے لیے سٹنس ڈالے ہیں۔ مگر ابھی کسی قدر کمزوری اور درد باقی ہے اور جواں سال بیٹے کی شہادت کی وجہ سے شدید دلی صدمے سے دوچار بھی ہیں۔ جس کی وجہ سے بیماری میں شدت آ گئی تھی۔ نیز خاکسار کی ہمشیرہ، شہید کی بیگم و بچے بھی غم اور دکھ کی وجہ سے نڈھال ہیں۔

جملہ احباب جماعت اور قارئین الفضل سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بہنوئی کو شفاء کاملہ و عاجلہ عطا فرماتے ہوئے تمام کو صبر جمیل سے نوازے۔ ہر آن ان کو اپنے خاص حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: خلفائے احمدیت کا کارواں... از صفحہ 13

کشش ہوتی ہے جو ناممکن کو نہ صرف ممکن میں بدل دیتی ہے بلکہ عملی جامہ پہنا کر حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ ایک غیر از جماعت عرب خاندان حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ملاقات کے لئے آیا۔ دورانِ ملاقات حضور نے اُن کے ایک بچہ کو پیار اس انداز سے کیا کہ اس عرب خاندان نے کہا حضور ہم یہ بچہ آپ کی نذر کرتے ہیں۔ جواباً حضور نے از راہِ تفنن فرمایا ”میں تو پوری چیز لینے کا عادی ہوں“

اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب کے اس فقرہ کو یُوں شرفِ قبولیت عطا کیا کہ اگلے روز وہ عرب خاندان آیا اور جماعت میں شمولیت کا اعلان کر دیا

پھر اُسے سایہ دیوار نے اُٹھنے نہ دیا
آ کے اک بار جو بیٹھا تیری دیوار کے پاس

تجھ میں کچھ ایسی کشش ہے کہ بقول غالب
گُل خودبخود پہنچے ہے گوشہ دستار کے پاس

آج اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات کی صورت میں ایسا مہربان آقا عطا فرمایا ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو اس محبت سے گلے لگاتا ہے کہ ہر غم بھول جاتا ہے اور دل کی پاتال تک خوشی و مسرت کا بسیرا ہو جاتا ہے۔

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے

مکرم شیخ مظہر احمد صاحب ایڈووکیٹ آف اوکاڑہ اپنا چشم دید واقعہ یوں بیان کرتے ہیں

جلسہ سالانہ یو کے اسلام آباد ٹلفورڈ کے موقع پر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے روضہٴ مبارک پر دعا کے لئے تشریف لائے تو واپسی پر ایک معصوم بچہ حضور انور کی طرف بڑھا اور حضور پرنور سے پیار لینے کے ساتھ ہی چاکلیٹ کی فرمائش کر دی۔ حضرت صاحب وہاں کھڑے ہو گئے اور ایک خادم کو اپنی رہائش گاہ پہ بھیجا اور بتایا کہ میری فلاں میز کی فلاں دراز میں چاکلیٹس پڑی ہیں وہ لے آؤ۔ جب وہ خادم چاکلیٹس لے آیا تو حضور انور نے بچہ کو چاکلیٹ دی اور پھر پیار کر کے وہاں سے روانہ ہوئے۔ گو حضرت صاحب کو وہاں کئی منٹ ٹھہرنا پڑا تاہم بچہ کی دلجوئی اور پزیرائی کے بعد ہی وہاں سے آگے بڑھے۔ تب سب ناظرین اس بچہ کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے
چل کے خود آئے مسیحا کسی بیمار کے پاس

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ أَعُوۡذُبِكَ مِنۡ قَلۡبٍ لَا یَخۡشَعُ وَمِنۡ دُعَاءٍ لَا یُسۡمَعُ وَمِنۡ نَفۡسٍ لَا تَشۡبَعُ وَمِنۡ عِلۡمٍ لَا یَنۡفَعُ أَعُوۡذُبِكَ مِنۡ ھٰؤُلَاءِ الۡاَرۡبَعِ

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات، حدیث: 3482)

ترجمہ:

اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اس دل سے جو نہ ڈرے اور اس دعا سے جو نہ سنی جائے۔ اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس علم سے جو فائدہ نہ دے۔ میں ان چار چیزوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

یہ ہمارے سید مولیٰ، خاتم الانبیاء، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی خدا تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی خوبصورت دعا ہے۔

ہمارے بہت پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں

پھر دوسروں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچانے کا بھی حکم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر علم ہے چاہے وہ دنیاوی علم ہے یا دینی علم ہے، اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہوئے ایک نفع مند اور فائدہ بخش سودا کر رہے ہو گے۔ اور جو علم خدا تعالیٰ نے دیا ہے اگر اسے چھپائے رکھو گے کہ اگر یہ بات مَیں نے کہیں دوسرے کو بتا دی تو اس کے علم میں بھی اضافہ نہ ہو جائے تو آنحضرت ﷺ نے ایسے شخص کو بڑا انذار فرمایا ہے اور اپنی امت کو نصیحت فرمائی کہ اس بات سے ہمیشہ بچو بلکہ ان سے بچنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے بعض دعائیں بھی ہمیں سکھائیں۔ آپؐ جو انسان کامل تھے جن کا ایک ایک لمحہ اور سانس دوسروں کے فائدہ کے لئے وقف تھا۔ آپؐ جب صحابہؓ کے سامنے یہ دعائیں کرتے تھے تو اصل میں انہیں سکھاتے تھے کہ ہمیشہ یہ دعائیں مانگو اور امت میں ان کو رائج کرو اور کرتے چلے جاؤ کہ اصل منافع اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ ان دعاؤں میں سے دو دعائیں مَیں اس وقت پیش کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ (مندرجہ بالا دعا)

(خطبہ جمعہ 24 اپریل 2009ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

ایک سبق آموز بات

بیماری کی دوا

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر بیماری کی دوا ہے۔ پس اگر بیماری کی صحیح دوا مل جائے اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ (مسلم کتاب السلام) آج کل ساری دنیا میں کرونا وباء پر قابو پانے کے لیے ویکسین لگائی جا رہی ہے۔ بعض لوگ Vaccines کے بارے میں بے بنیاد افواہوں کی وجہ سے وہم اور شکوک رکھتے ہیں جو درست نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے طاعون کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر مسیح و مہدیؑ کے ماننے والے لوگوں کو جہاں طاعون سے محفوظ رہنے کی خوش خبری دی تھی وہاں جماعت کے افراد کو طاعون کا ٹیکا لگوانے اور گورنمنٹ کے تمام حفاظتی انتظامات اختیار کرنے کا بھی حکم دیا تھا۔

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

طلوع و غروب آفتاب

28 مئی 2022ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:13	18:57
مدینہ منورہ	04:04	19:05
قادیان	03:48	19:27
ربوہ	03:28	19:06
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:27	21:04

فقہی کارنر

مخالفین سے معاشرت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

میرا طریق تو یہ ہے کہ سب کو السلام علیکم کہتا ہوں ہاں کوئی شقی جیسا کہ لیکھرام تھا جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سلام نہیں کیا۔ اگر ملے تو ممکن ہے طبیعت رکے۔ عام لوگ باوجود دشمن ہونے کے دھوکہ خوردہ ہیں اور سلام کی دعا کے مستحق۔

(الفضل 21 اگست 1946ء صفحہ 4)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)